ہفت روزہ
نِدائے خَلافت
لاہور

22 جنوری 2003ء - ۱۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ

جلد 12 شمارہ 3

www.tanzeem.org

- موجودہ ملکی وبین الاقوامی حالات اور ہمارا نقطۂ نظر (اداریہ)
- قرآن کا اجتماعی مطالعہ: بنیادی اصول اور تقاضے (دین ودانش)
- اسلام اور مغرب کا تہذیبی ٹکراؤ (دعوت فکروعمل)

عظیم ترین ذکر — قرآن حکیم

''ذکر اللہ کی جتنی قسمیں اور صورتیں ہیں ان میں سب سے افضل اور بندہ کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے میں بہترین ذریعہ تلاوتِ قرآن حکیم ہے۔ یہ عبادت یعنی تلاوتِ قرآن حکیم ''ذکر اللہ'' کی اساس اور قوت محرکہ ہے۔ اس سے محبت الٰہی کا جذبہ بیدار ہوتا ہے اور مغفرت الٰہی کے دروازے کھلتے ہیں۔ جنت کا راستہ آسان ہوجاتا ہے اور ہر جنتی کی دلی آرزو دیدارِ الٰہی اپنی تمام تر تجلیات کے ساتھ پوری ہوتی ہوئی نظر آتی ہے۔ دوزخ کا خوف اور فقط جنت کے عیش وآرام کی خاطر اس میں داخلہ کی خواہش ذکر الٰہی کا مقصود نہ ہو' بلکہ اصل خوشی اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کو عرش بریں پر جلوہ گر دیکھنے کی ہونی چاہئے اور اسی خواہش اور نیت سے اللہ کی یاد کو حرز جاں بنایا جائے۔ اس مقصد کے لئے تلاوتِ قرآن حکیم بہترین ذریعہ ہے۔ قرآن کوئی عام معمولی کتاب نہیں یہ اللہ کا کلام ہے اور اس کی طرف رجوع کرنے والوں کو اپنے آقا اور مالک سے ہمکلامی کا شرف عطا ہوتا ہے۔ بقول اقبال ع

این کتابے نیست' چیزے دیگر است!

یہی وجہ ہے کہ اسلافِ امت' صحابہ کرامؓ وتابعین کا سب سے بڑا مشغلہ تلاوتِ قرآن ہی تھا اور وہ اسے آدابِ تلاوت اور اس کی پوری رعایت سے انجام دیتے تھے۔

آج کل ہم میں اکثر مرد وزن دنیا کمانے میں اس قدر غرق ہیں کہ یاد اللہ کے لئے ان کے پاس کوئی وقت نہیں' بوجہ اس غفلت کے وہ ایک قلیل عمل کے ذریعے کثیر اجر کے حصول اور فیوض سے محروم رہتے ہیں۔''

(محمد محمود احمد کی تالیف ''فضیلتِ ذکر اللہ'' سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلاً طَیِّبًا ز وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ o اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ o وَاِذَا قِیْلَ لَھُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَ نَا ط اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ o وَمَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ط صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ o﴾ (آیات : ۱۶۸ تا ۱۷۱)

''اے انسانو! کھاؤ اس سے جو زمین میں ہے حلال (اور) پاکیزہ (چیزیں) اور شیطان کی پیروی نہ کرو۔ بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ وہ تو حکم دیتا ہے تمہیں فقط برائی اور بے حیائی کا اور یہ کہ بہتان باندھو اللہ پر جو تم جانتے ہی نہیں۔ اور جب کہا جاتا ہے ان سے پیروی کرو اس کی جو نازل فرمایا ہے اللہ نے تو کہتے ہیں (نہیں) بلکہ ہم تو اس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو' اگر چہ ان کے باپ دادا نہ کچھ سمجھ سکتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں اور مثال ان کی جنہوں نے کفر (اختیار) کیا ایسی ہے جیسے کوئی پکار رہا ہو ایسے (جانوروں) کو جو نہیں سنتے سوائے خالی پکار اور آواز کے۔ یہ لوگ بہرے ہیں' گونگے ہیں' اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے''۔

شریعت کے احکام میں کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں بھی ہدایات ہیں۔ جو چیزیں حرام ہیں ان کا استعمال ممنوع ہے مگر جو چیزیں اصلاً حرام نہیں ہیں مگر ان کے متعلق معاشرے میں مشرکانہ اوہام چلے آ رہے ہیں تو ان اوہام کی کوئی حیثیت نہیں۔ مثلاً کوئی سانڈ ہے جو کسی دیوتا کے نام پر چھوڑا گیا ہے۔ اب اس کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا' اس کا گوشت نہیں کھا سکتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک وہ تو ایک متبرک شے ہے۔ جو لوگ ایمان لے آئے تھے ان کی طبیعت میں کچھ آبائی اثرات موجود تھے اور وہ ابھی تک خود ساختہ حرام چیزوں سے اجتناب کر رہے تھے اور ان کے استعمال سے ہچکچا رہے تھے۔ چنانچہ یہاں ان کو بڑے شد و مد کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ ان اوہام سے اپنے ذہن اور احساسات کو بالکل خالی کر لو اور زمین میں جو کچھ حلال اور طیب ہے ضرور کھاؤ۔ اور شیطان کے نقش قدم کی پیروی نہ کرو' یقیناً وہ تمہارے لئے کھلا دشمن ہے' وہ تو تمہیں بے حیائی اور برائی ہی کا حکم دیتا ہے کہ تم وہ چیزیں اللہ کی طرف منسوب کر دو جن کا تمہارے پاس کوئی علم نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو توہمات اور روایات تمہیں اپنے آباؤ اجداد سے ملی ہیں ابھی تم نے پورے طور پر ان کو چھوڑا نہیں۔ اب ان چیزوں سے اپنے آپ کو پاک کرو اور جو چیز اللہ کی طرف سے ہے صرف اسے اختیار کرو۔ یعنی جس چیز کی حرمت کا ذکر نہیں ہے اسے برضا و رغبت کھاؤ۔

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو ان احکام کی جو اللہ نے نازل فرمائے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو پایا ہے۔ تو کیا وہ ایسا ہی کریں گے اگر چہ ان کے آباء و اجداد نے عقل سے کام نہ لیا ہو اور نہ ہی وہ ہدایت پر ہوں۔ اسلاف کے وہ طریقے جو شریعت سے متصادم نہ ہوں وہ تو ٹھیک ہیں۔ ان کو اسی حوالے سے اختیار کئے رکھیں لیکن جو چیزیں شریعت سے متصادم ہو گئی ہوں وہاں یہ دلیل نہیں چلے گی کہ یہ تو ہمارے آباؤ اجداد کی رسم ہے لہٰذا ہم اسے نہیں چھوڑ سکتے۔

آگے فرمایا کہ ان لوگوں کی مثال جنہوں نے کفر کیا ایسی ہے جیسے کوئی شخص ایسی چیزوں کو پکار رہا ہو جو کچھ بھی نہ سنتی ہوں۔ مثلاً جانور ہماری آواز تو سن رہے ہوتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔ اسی طرح یہ کافر اور مشرک بھی نبی کی بات کو سمجھ نہیں رہے۔ گویا یہ بہرے بھی ہیں' گونگے بھی ہیں اور اندھے بھی کیونکہ یہ عقل سے کام نہیں لیتے۔

☆☆☆

قیامت کے دن آدمیوں کی تین اقسام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن سب آدمی تین قسموں اور تین گروہوں میں اٹھائے جائیں گے۔ ایک قسم پیدل چلنے والے' ایک قسم سوار اور ایک قسم منہ کے بل چلنے والے''۔ عرض کیا گیا: ''یارسول اللہ! یہ (تیسرے گروہ والے) منہ کے بل کس طرح چلیں گے......؟'' آپؐ نے فرمایا: ''جس اللہ نے انہیں پاؤں کے بل چلایا ہے وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ ان کو منہ کے بل چلائے۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ لوگ اپنے منہ کے ذریعے ہی زمین کے ہر ٹیلے اور ہر کانٹے سے بچیں گے''۔ (ترمذی)

حدیث میں جن تین گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے شارحین حدیث نے ان کی تفصیل اس طرح کی ہے کہ پیدل چلنے والا گروہ عام اہل ایمان کا ہوگا اور دوسرا گروہ جو سواریوں پر ہوگا وہ خاص مقربین اور عباد الصالحین کا گروہ ہوگا جن کا وہاں شروع ہی سے اعزاز و اکرام ہوگا اور سر کے بل اور منہ کے بل چلنے والے وہ بدنصیب ہیں جنہوں نے اس دنیوی زندگی میں انبیاء علیہم السلام کی تعلیم اور ہدایت کے مطابق سیدھا چلنا قبول نہیں کیا اور مرتے دم تک وہ الٹے ہی چلتے رہے۔ قیامت کے دن اس کی پہلی سزا انہیں یہ ملے گی کہ پاؤں پر چلنے کے بجائے الٹے منہ اور سر کے بل چلائے جائیں گے یہاں تک کہ جس طرح اس دنیا میں چلنے والے رستے کی اونچ نیچ اور جھاڑیوں اور کانٹوں سے اپنے پاؤں کے ذریعہ بچ کر نکلتے ہیں۔ اسی طرح قیامت میں یہ سر کے بل چلنے والے وہاں کے راستے کی اونچ نیچ اور وہاں کے کانٹوں سے اپنے سروں اور چہروں ہی کے ذریعہ بچ کر نکلیں گے یعنی یہاں پر جو کام پاؤں سے کئے جاتے ہیں وہاں خدا کے ان مجرموں کو سر کے اور منہ کے بل کرنے پڑیں گے۔ اللھم لا تجعلنا منھم

16 JAN

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

موجودہ ملکی و بین الاقوامی حالات اور ہمارا نقطۂ نظر

تنظیم اسلامی کی توسیعی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ **14** جنوری میں موجودہ ملکی و بین الاقوامی حالات کے حوالے سے مندرجہ ذیل قرارداد منظور کی گئی:

''امریکہ اور اُس کا صدر ''فرعونِ وقت'' کا کردار ادا کر رہا ہے چنانچہ کوئی ضابطہ و قانون یا اخلاقی اقدار کو وہ پرکاہ کی وقعت دینے کے لئے تیار نہیں۔ پوری دنیا کے عوام اور بعض حکومتیں بھی اس پر سراپا احتجاج ہیں کہ عراق پر حملہ کوئی جواز موجود نہیں۔ آج اڑھائی ماہ گزرنے کے باوجود اقوامِ متحدہ کے اسلحہ انسپکٹروں کو کوئی قابلِ اعتراض مواد نہیں مل سکا لیکن امریکہ عراق پر حملہ کرنے پر تلا بیٹھا ہے۔ عدل و قسط کا اہم اصول یہ ہے کہ بارِ ثبوت مدعی پر ہوتا ہے لیکن امریکہ اس بات پر مصر ہے کہ تباہ کن ہتھیاروں کے عدمِ وجود کا ثبوت فراہم کرنا عراق کی ذمہ داری ہے۔ یہ تو تصویر کا ایک رخ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت امتِ مسلمہ بحیثیت مجموعی اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ وہ قوم یا امت جو زمین پر اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہونے کا دعویٰ کرے یعنی اللہ تعالیٰ کو حاکمِ مطلق تسلیم کرے اور اس کے رسول ﷺ کی زندگی کو اپنے لئے اسوۂ حسنہ مانے لیکن اس کا طرزِ عمل اس کے برعکس ہو، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب کفار سے بڑھ کر آتا ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آج امتِ مسلمہ بحیثیت مجموعی اللہ کے عذاب کی زد میں ہے اور کمزوری اور کم ہمتی کا عملی مظہر بنی ہوئی ہے۔ عراق پر حملے کا معاملہ ہو یا پاکستان کی خود مختاری ہو یا حکومتی اختیار، سب امریکہ کی مرضی اور خواہش کے تابع ہیں۔ ایف بی آئی والے ہمارے معزز شہریوں کو گھروں سے اٹھا کر لے جا رہے ہیں۔ القاعدہ کے افراد کی تلاش میں وہ ہماری سرحدوں کو کوئی اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اس وقت امریکہ کی طاقت کا مقابلہ کرنا دنیا کے کسی بھی ملک یا قوم کے بس کی بات نہیں، ماسوائے اس ملک یا قوم کے جس کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی تائید و نصرت حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے حصول کا یقینی ذریعہ بمصداق الفاظِ قرآنی: ''اگر تم اس (اللہ) کی مدد کرو گے وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جما دے گا''۔

اس پر اجماع ہے کہ اللہ کی مدد اس کے دین کی مدد کرنا ہے اور اس کے دین کی مدد، دین پر عمل پیرا ہونا ہے۔ آج بھی اگر ہم خلوص و اخلاص کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل پیرا ہو جائیں۔ منکرات (فحاشی، عریانی، سود اور جوا) سے باز آ جائیں معروف (اللہ تعالیٰ کے احکامات) کو نافذ کر دیں تو حالات بدل سکتے ہیں اور اگر بالفرض ایسا نہ بھی ہو تو آخرت کی کامیابی تو یقینی ہے اور اصل کامیابی ہے ہی آخرت کی کامیابی۔''

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 12 شمارہ 3

16 تا 22 جنوری 2003ء

(۱۲ تا ۱۸ ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ)

○

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

ادارۂ تحریر: سید قاسم محمود، مرزا ایوب بیگ

سردار اعوان، محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

○

پبلشر: محمد سعید اسعد مختار، طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 03-5869501 فیکس: 5834000

E-Mail:anjuman@tanzeem.org

Website:www.tanzeem.org

○

قیمت فی شمارہ : 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک ...... 250 روپے

بیرونِ پاکستان

☆ یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ

.... 1500 روپے

☆ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ

.... 2200 روپے

جہانگیر کے مذہب کا دوسرا رُخ

سید قاسم محمود

مذہب اور اخلاق کے سلسلے میں جہانگیر کی ایک طرف تو وہ خوبیاں تھیں جو گزشتہ شمارے میں بیان کی گئیں۔ اب اس کے مذہبی رجحانات کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

جہانگیر اکبر کا بیٹا بھی تھا اور مرید بھی۔ اکبر کے ''دین الٰہی'' کے خیالات جہانگیر کی فطرت میں داخل تھے جو بے اختیار موقع بہ موقع رونما ہو جاتے تھے۔ وہ سورج کو ہمیشہ ''حضرت نیّر اعظم'' کہتا تھا اور ہمیشہ اس کے لئے عقیدت آمیز الفاظ استعمال کرتا تھا۔ وہ نجومیوں کا معتقد تھا اور بڑے بڑے کام اُن کے مشورے اور تشخیص کے مطابق سعید ساعت میں شروع کرتا تھا۔ اس نے بارہ بُرجوں کے مطابق بارہ سکے بنوائے' جن کی ایک جانب میں ایک ایک برج کی تصویر کندہ تھی۔ وہ ستاروں کو اگرچہ موثرِ حقیقی نہیں مانتا' مگر موثر ضرور مانتا ہے اور اُن کو نورِ الٰہی کا مظہر قرار دیتا ہے اور اسی لئے اُن کی تعظیم ضروری سمجھتا ہے اور اس کی تلقین کرتا ہے۔

مذہب میں عقل پرستی

مذہب میں خود رائی بغاوت ہے' مگر اپنے باپ اکبر کی طرح جہانگیر بھی بغاوت کا عادی ہے' اگرچہ یہ بغاوت اس سے بہت کم سرزد ہوتی ہے۔ باپ کی طرح وہ بھی مرید کرتا ہے اور اس کی تلقین یہ ہوتی ہے کہ کسی مذہب کی دشمنی سے اپنے وقت کو گندہ مت کرو۔ تمام مذہب والوں کے ساتھ صلح کُل کا طریقہ ملحوظ رکھو۔ کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے مت مارو' مگر جنگ اور شکار میں۔ ستارے جو نورِ الٰہی کے مظہر ہیں' اُن کی تعظیم ہر ستارے کے درجے کے بموجب کرو' اور تمام واقعات اور حالات میں موثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ کو جانو۔ بلکہ ہمیشہ ہر خلوت وجلوت میں' تنہائی میں اور مجمع میں اُسی کے دھیان میں رہو اور کوشش کرو کہ کوئی لمحہ اور لحظہ اس کے خیال اور دھیان سے خالی نہ ہو۔

اس صلح کُل کا اثر یہ تھا کہ جس طرح وہ مسلمان فقراء سے عقیدت سے ملتا تھا' ہندو جوگیوں اور سادھوؤں سے بھی عقیدت سے ملتا اور ان کا احترام کرتا تھا۔ آگ کے متعلق اس کا عقیدہ تھا کہ ''آگ خدا کا نور ہے''۔ یہی عقیدہ تھا جس کی بنا پر اکبر شمع پرستی کیا کرتا تھا۔ دسہرہ' دیوالی وغیرہ ہندو تہواروں کے وقت جشن ہوتا تھا۔ ہندو برہمن کلائی پر راکھی بھی باندھ دیا کرتے تھے۔ سیاست یہ تھی کہ ہندو اور مسلمانوں کے مشترک بادشاہوں کو دونوں قوموں کے مذہبی جذبات کا مظہر بننا چاہئے۔

اکبر تمام سال میں صرف تین مہینے گوشت کھاتا تھا۔ جہانگیر اتنا مرتاض تو نہیں تھا' البتہ اپنے والد کی پیروی میں ہفتہ میں دو روز ذبح کی ممانعت ضرور کر دیتا تھا۔ شراب نوشی اچھی نہیں' مگر جس قدر مفید ہو اُس میں مضائقہ بھی نہیں' حتیٰ کہ 10 جلوس کے واقعات میں جہانگیر لکھتا ہے:

''25 ماہ آذر روز جمعہ کو شاہزادہ خرم شاہجہاں کا جشن وزن ہوا (دستور تھا کہ سالانہ وزن کیا جاتا تھا اور اس تقریب میں شاندار جشن ہوتا تھا' پھر وہ سونا فقراء کو تقسیم کر دیا جاتا تھا)۔ اُس کی عمر چوبیس سال ہو چکی ہے۔ شادیاں ہو چکی ہیں۔ صاحبِ فرزند ہو گیا ہے' مگر اب تک خود کو شراب نوشی سے آلودہ نہیں کیا تھا۔ آج میں نے اُس سے کہا' بابا' صاحبِ فرزند ہو گیا ہے۔ بادشاہوں اور بادشاہ زادوں نے شراب پی ہے۔ آج تیرے جشنِ وزن کا دن ہے۔ میں تجھ کو شراب پلاتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ جشن کے ایام میں اور اسی طرح بڑی بڑی تقریبات کے موقعوں پر شراب پی لیا کرو' البتہ طریقہء اعتدال ضرور ملحوظ رکھو' کیونکہ اتنی شراب پینی جو عقل کو زائل کر دے' عقلاء نے جائز قرار نہیں دی ہے۔ شراب نوشی سے نفع اور فائدہ پیشِ نظر رہنا چاہئے۔ بوعلی سینا جو عقلاء اور اطباء کے طبقے میں بہت وقعت رکھتا ہے' اُس نے یہ رباعی کہی ہے:

مے دشمن مست و دوست ہوشیار مست
اندک تریاق و بیش زہر ما رست
در بسیارش مضرت' اندک نیست
در اندک او منفعت بسیار ست

یعنی زیادہ پینے سے مضرت ہے' تھوڑی پینے سے کوئی نقصان نہیں' بلکہ بہت زیادہ منفعت ہے۔ عقل کا زعم ملاحظہ ہو کہ شیخ بوعلی سینا کے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکام منسوخ ہیں

جہانگیری مذہبیت کا سرچشمہ

نواب سید فرید' قلیج خان' لالہ بیگ وغیرہ جو جہانگیر کے رفیق اور معتمد خاص تھے' حضرت مجدد کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ انہی حضرات کی کوششوں سے جہانگیر کے مذہبی رجحانات میں تبدیلی پیدا ہوئی' مگر اس سے پہلے جہانگیر کا ماحول کیا تھا' اس کی کسی قدر تفصیل ملاحظہ ہو۔

شیخ سلیم چشتی صاحبِ کرامات برگزیدہ بزرگ تھے۔ اُن کے اہل وعیال میں مذہبی جذبات تو ضرور ہونے چاہئیں' لیکن یہ لازمی نہیں کہ یہ مذہبی جذبات توہمات اور خلافِ شرع رسوم وعادات سے بھی پاک صاف ہوں۔ شمس العلماء ذکاء اللہ کا خیال تو یہ ہے کہ ''اُس دایہ کی صحبت نے اور اُن حالات نے جو اس کے گرد لڑکپن میں تھے' جہانگیر کو خود پرست اور توہمات میں مبتلا کر دیا اور دنیا سے بے خبر رکھا''۔

اکبر اور جہانگیر نے بزرگانِ چشت کو دیکھا تھا اور وہ اُن کے ہی معتقد تھے۔ بالخصوص حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے متعلق اعتقاد تھا۔ اکبر اپنے بیٹے جہانگیر کی ولادت کے شکریے میں آگرہ سے اجمیر شریف تک پاپیادہ گیا تھا۔

جہانگیر سے اس قدر ایثار تو نہ ہو سکا البتہ آٹھ جلوس میں جب وہ اجمیر شریف گیا تو جب قلعہ اور حضرت خواجہ کے روضے کی عمارتیں نظر آنے لگیں تو تقریباً ایک کوس کی راہ پاپیادہ طے کی۔ راستے کے دونوں طرف فقراء کھڑے ہوئے تھے' جن پر سونے کی بارش کی جا رہی تھی۔ دوسرے روز شہر کے تمام چھوٹے بڑوں کو مدعو کیا اور ہر ایک کو انعام دیا۔ پھر مزارِ مقدس کے لنگر کے لئے ایک دیگ' جو آگرے میں بنوائی تھی' اُسے نصب کرایا اور اس میں کھانا پکوایا۔

9 جلوس میں اجمیر شریف میں قیام تھا۔ اتفاقاً بخار ہو گیا۔ مرض میں تخفیف نہ ہوئی تو حضرت خواجہ کے مزار پر حاضر ہو کر منت مانی کہ جب صحتِ کاملہ حاصل ہو جائے گی تو ''جیسا کہ باطن میں حضرت خواجہ کا حلقہ بگوش اور معتقد ہوں اور اُن کی توجہ کو اپنے وجود کا سبب جانتا ہوں' ظاہر میں بھی اپنے کانوں میں سوراخ کر کے اُن کے حلقہ بگوشوں کے جرگے میں داخل ہو جاؤں گا''۔

چنانچہ صحت یاب ہونے پر جہانگیر نے اپنے کانوں میں سوراخ کر کے ہر کان میں آب دار مروارید کا ایک دانہ ڈال لیا۔ جب مخلصانِ ہواخواہ نے یہ دیکھا تو جو لوگ یہاں موجود تھے' اُنہوں نے نیز اُن تمام نے جو سرحدی مقامات پر تھے' اپنے اپنے کانوں میں بڑے بڑے سوراخ کرا لئے۔ رفتہ رفتہ تمام ہی لشکریوں اور دوسرے لوگوں نے کان چھدوا دیئے۔

یہ ہے خدائے قادر وقہار کی قدرت۔ جو لوگ عقل و دانش کے پندار میں مبتلا ہوں' اُن سے وہ کام کرائے جاتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ اُن کا مذاق اڑائے۔ شریعت نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے' مگر یہ پندارِ عقل بکریوں اور ریچھوں کی طرح اُس کے کان خود اس کے ہاتھ سے چھدواتا ہے۔ اسی طرح شیخ علاؤ الدین' شیخ بایزید اور شیخ کبیر سے بھی جہانگیر کو بہت محبت تھی' جس کے نتیجے میں خلافِ شرع توہمات اور کرامات کا ماحول اختیار کرنا پڑا۔

نور جہاں کا جادو

ان سب مقربین کے تعلقات اور جذبات سے بالا وہ تعلق تھا' جو جہانگیر کی زندگی میں سب سے زیادہ دلچسپ اور دلفریب ہے اور جس کی بناء پر جہانگیر تمام سلاطینِ مغلیہ میں ایک انوکھا اور نرالا امتیاز رکھتا ہے۔ یہ نور جہاں کا عشق ہے' جس نے آزاد بادشاہ کو عہدِ طفولیت ہی میں گرفتار کر لیا تھا۔ جہانگیر بھی کہتا تھا کہ نور جہاں میری مالک ہے' میرے عدل وانصاف کی مالک نہیں۔ مگر جب دل کے جذبات اور دماغ کے تخیلات پر بھی اپنا قبضہ نہ ہو تو عدل وانصاف کی پاسداری صرف رسمی اور ضابطے کی چیز ہے۔ خوش قسمتی سے نور جہاں قابل باپ کی بیٹی اور مدبر بھائی کی بہن تھی۔ اور پھر عشق کا دائرہ بھی صرف ایک مرکز میں سمٹ آیا تھا۔ چنانچہ جہانگیر کے بخشی معتمد خان (مصنف اقبال نامۂ جہانگیر) کا بیان ہے: ''رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ بادشاہت کا صرف نام رہ گیا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے' میں نے سلطنت نور جہاں کو بخش دی۔ ایک سیر شراب اور آدھ سیر گوشت کے سوا کچھ نہیں چاہئے''۔

نور جہاں اگرچہ سنجیدہ' شریف طبع' قابل اور دانش مند عورت تھی۔ اس کے رحم وکرم اور دست فیض سے ہزاروں بے کس اور نادار عورتیں فیض یاب ہوئیں۔ سینکڑوں نادار لڑکیوں کے نکاح اور جہیز وغیرہ کا انتظام اس کے خزانہ خاص سے ہوا کرتا تھا' اور حقیقت یہ ہے کہ اُس کے انہی اوصاف نے جہانگیر کی گرویدگی کو بندگی کی حد تک پہنچا دیا تھا' لیکن وہ بسا اوقات اپنی ذاتی منشا کو پورا کرنے کے لئے تباہ کن فتنہ بھی کھڑا کر دیا کرتی تھی۔

نور جہاں کا مذہب

نور جہاں شیعہ تھی۔ خواجہ محمد شریف کی پوتی تھی جو شاہِ ایران ''طہماسپ صفوی'' کا وزیر تھا۔ ایران شیعیت کا مرکز رہا ہے اور اُس زمانے میں خصوصیت کے ساتھ شیعہ سنّی جذبات پورے اشتعال پر تھے' کیونکہ یہی زمانہ تھا جس میں آئے دن ترکوں سے جنگ رہتی تھی۔ خطبے میں خلفائے راشدین کا تذکرہ وقت کا سب سے بڑا اختلافی مسئلہ تھا۔ ایران تو در کنار ہندوستان میں بھی جنوبی ہند کے عادل شاہی اور دیگر شیعہ سلاطین اس مسئلے سے بہت گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ اسی زمانے میں ایران میں سنّیوں کو جبراً شیعہ کیا گیا۔

بابر بادشاہ (بانی سلطنت مغلیہ) کی وصیت اگرچہ یہ تھی کہ شاہان مغلیہ کو اس اختلاف سے بالا رہ کر ہندوستان کی بسنے والی تمام قوموں کو ایک نظر سے دیکھنا چاہئے' اور بدن کے مختلف عناصر کی طرح اُن کو آپس میں ملا جلا رکھنا چاہئے' مگر کیا اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ سلطنتِ ایران کی مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ ہندوستان کی سلطنت پر شاہانِ ایران کا سیاسی تسلط رہے' تا کہ افغانوں کی طرف سے بے فکر ہو کر ترکوں کے ساتھ اطمینان سے جنگ میں مشغول رہ سکیں۔

بابر کا بیٹا ہمایوں جب شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر ایران پہنچا تو شاہ ایران طہماسپ اس شرط پر مدد دینے کے لئے تیار ہوا کہ وہ شیعہ مذہب اختیار کر لے۔ چنانچہ ہمایوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ چنانچہ نور جہاں جیسی فرزانہ عورت ہندوستان کی ملکہ ہو اور شاہ ہندوستان کے دل و دماغ پر قابو حاصل کئے ہوئے ہو' یہ سلطنتِ ایران کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ کون نہیں جانتا کہ اس قسم کی ڈپلومیسی بڑے بڑے مقاصد میں وہ کامیابی پیدا کر دیتی ہے جو لاکھوں نفوس کی قربانیوں سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔

سلطنت مغلیہ میں فوجی قانون عموماً بادشاہوں کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ مگر دیوانی' فوجداری یا مذہبی حقوق کے عام معاملات عدالتوں میں طے پاتے تھے جن کے جج قاضی صاحبان ہوتے تھے۔ اب غور فرمایئے۔ محکمہ عدلیہ پر تسلط اور قبضہ کتنا بڑا اور کتنا اہم مقصد ہے' لیکن نور جہاں کی ڈپلومیسی یا شیعہ اقتدار کا نتیجہ تھا کہ نور اللہ شوستری کو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنا دیا گیا۔ نور اللہ شوستری شیعوں کے نزدیک ''شہیدِ ثالث'' ہے' مگر سنّیوں کو اُن سے اس درجہ نفرت تھی جتنی ایک متعصب شیعہ سے ہونی چاہئے' جو کسی خاص پالیسی کے تحت قاضی القضاۃ بنا دیا گیا ہو۔

اکبر و جہانگیر کے حالات اس قدر تفصیل سے اس لئے بیان کئے گئے ہیں تا کہ اُن دونوں کے ہم عصر حضرت مجدد الف ثانی کے مندرجہ ذیل ارشاد کی تاریخی تصدیق قارئین کرام ملاحظہ فرما سکیں۔ وہ اپنے مکتوب (حالاتِ نقشبند) میں لکھتے ہیں:

''فرزندا! یہ وہ وقت ہے کہ پہلی امتوں میں اس جیسے پُرظلمت وقت میں کوئی اولوالعزم نبی مبعوث ہوتا تھا اور نئی شریعت کی بنیاد رکھتا تھا۔ مگر یہ امت خیر الامم ہے اور اس کے نبی خاتم الرسل ﷺ ہیں۔ اس امت کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا ہے اور انبیائے کرام کے بجائے ان علماء کے وجود کو ہی کافی سمجھا گیا ہے۔ لہٰذا ہر سو سال کے ختم پر اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد مقرر کیا جاتا ہے جو شریعتِ مصطفویہ کا احیاء کرتا ہے۔ بالخصوص ایک ہزار سال کے بعد' جو سابقہ امتوں میں کسی عظیم الشان رسول کی بعثت کا زمانہ ہوتا تھا اور صرف نبی کے درجے پر بھی اکتفا نہیں کیا جاتا تھا۔ امت محمدیہ میں ایک ایسے جلیل الشان عالم کی ضرورت ہے جو اولوالعزم نبی کے قائم مقام ہو سکے۔

(جاری ہے)

❀ ❀

علیم ناصری

معذرت

(احمد آباد گجرات (بھارت) کے مظلوم مسلمانوں سے)

احمد آباد ترے جلتے مکانوں پہ نثار
میرا دل' میرا جگر' میری فغاں' میری پکار

چوٹ جو تیرے بزرگوں پہ' جوانوں پہ پڑی
وہ مرے سر پہ' مرے سینے پہ' شانوں پہ پڑی

تیرے معصوم جوان کٹ کے تہِ خاک ہوئے
آتشِ کفر سے گھر بار بھی خاشاک ہوئے

عصمتیں پردہ نشینوں کی سرعام لٹیں
پونجیاں ملت بیضا کی بہر گام لٹیں

دور بیٹھے ہی سنیں میں نے کراہیں تیری
گونجیں اس عالم بدبخت میں آہیں تیری

کاش میں تیری مدد کے لئے آ بھی سکتا
حتی الامکان کوئی جان بچا بھی سکتا

لیکن اس دورِ ستم گار میں مجبور ہوں میں
اپنے خود ساختہ ایوان میں محصور ہوں میں

میں پشاور سے نہ لاہور سے آ سکتا ہوں
کسی ڈھب سے نہ کسی طور سے آ سکتا ہوں

مسجدِ بابری پر آنسو بہائے تھے فقط
چند مندر بھی تسلی کو گرائے تھے فقط

نعرے تکبیر کے گلیوں میں لگائے تھے فقط
اس لئے بدلے مساجد کے چکائے تھے فقط

معذرت ہی کے یہ دو بول تجھے کافی ہیں
تیرے امراض کے اللہ میاں شافی ہیں

میں دعائیں ہی تری خیر کی کر سکتا ہوں
اور کچھ ٹھنڈی سی آہیں ہیں کہ بھر سکتا ہوں

اپنی مجبوری و معذوری پہ خود نادم ہوں
ورنہ ہر طور مسلمانوں کا میں خادم ہوں

(بشکریہ ماہنامہ عفت راولپنڈی نومبر 2002ء)

جہانگیر کے مذہب کا دوسرا رُخ

مذہب اور اخلاق کے سلسلے میں جہانگیر کی ایک طرف تو وہ خوبیاں تھیں جو گزشتہ شمارے میں بیان کی گئیں۔ اب اس کے مذہبی رجحانات کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

جہانگیر اکبر کا بیٹا بھی تھا اور مرید بھی۔ اکبر کے ''دین الٰہی'' کے خیالات جہانگیر کی فطرت میں داخل تھے جو بے اختیار موقع بے موقع رونما ہو جاتے تھے۔ وہ سورج کو ہمیشہ ''حضرت نیر اعظم'' کہتا تھا اور ہمیشہ اس کے لئے عقیدت آمیز الفاظ استعمال کرتا تھا۔ وہ نجومیوں کا معتقد تھا اور بڑے بڑے کام اُن کے مشورے اور تشخیص کے مطابق سعید ساعت میں شروع کرتا تھا۔ اس نے بارہ بُرجوں کے مطابق بارہ سکے بنوائے' جن کی ایک جانب میں ایک ایک برج کی تصویر کندہ تھی۔ وہ ستاروں کو اگرچہ موثرِ حقیقی نہیں مانتا' مگر موثر ضرور مانتا ہے اور اُن کو نورِ الٰہی کا مظہر قرار دیتا ہے اور اسی لئے اُن کی تعظیم ضروری سمجھتا ہے اور اس کی تلقین کرتا ہے۔

مذہب میں عقل پرستی

مذہب میں خود رائی بغاوت ہے' مگر اپنے باپ اکبر کی طرح جہانگیر بھی بغاوت کا عادی ہے' اگرچہ یہ بغاوت اس سے بہت کم سرزد ہوتی ہے۔ باپ کی طرح وہ بھی مرید کرتا ہے اور اس کی تلقین یہ ہوتی ہے کہ کسی مذہب کی دشمنی سے اپنے وقت کو گندہ مت کرو۔ تمام مذہب والوں کے ساتھ صلح کُل کا طریقہ ملحوظ رکھو۔ کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے مت مارو' مگر جنگ اور شکار میں۔ ستارے جو نورِ الٰہی کے مظہر ہیں' اُن کی تعظیم ہر ستارے کے درجے کے بموجب کرو' اور تمام واقعات اور حالات میں موثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ کو جانو۔ بلکہ ہمیشہ ہر خلوت و جلوت میں' تنہائی میں اور مجمع میں اُسی کے دھیان میں رہو اور کوشش کرو کہ کوئی لمحہ اور لحظہ اس کے خیال اور دھیان سے خالی نہ ہو۔

اس صلح کُل کا اثر یہ تھا کہ جس طرح وہ مسلمان فقراء سے عقیدت سے ملتا تھا' ہندو جوگیوں اور سادھوؤں سے بھی عقیدت سے ملتا اور ان کا احترام کرتا تھا۔ آگ کے متعلق اس کا عقیدہ تھا کہ ''آگ خدا کا نور ہے''۔ یہی عقیدہ تھا جس کی بنا پر اکبر شمع پرستی کیا کرتا تھا۔ دسہرہ' دیوالی وغیرہ ہندو تہواروں کے وقت جشن ہوتا تھا۔ ہندو برہمن کلائی پر راکھی بھی باندھ دیا کرتے تھے۔ سیاست یہ تھی کہ ہندو اور مسلمانوں کے مشترک بادشاہوں کو دونوں قوموں کے مذہبی جذبات کا مظہر بننا چاہئے۔

اکبر تمام سال میں صرف تین مہینے گوشت کھاتا تھا۔ جہانگیر اتنا مرتاض تو نہیں تھا' البتہ اپنے والد کی پیروی میں ہفتہ میں دو روز ذبح کی ممانعت ضرور کر دیتا تھا۔ شراب نوشی اچھی نہیں' مگر جس قدر مفید ہو' اُس میں مضائقہ بھی نہیں' حتیٰ کہ 10 جلوس کے واقعات میں جہانگیر لکھتا ہے:

''25 ماہ آذر روز جمعہ کو شاہزادہ خرم شاہجہاں کا جشن وزن ہوا (دستور تھا کہ سالانہ وزن کیا جاتا تھا اور اس تقریب میں شاندار جشن ہوتا تھا' پھر وہ سونا فقراء کو تقسیم کر دیا جاتا تھا)۔ اُس کی عمر چوبیس سال ہو چکی ہے۔ شادیاں ہو چکی ہیں۔ صاحبِ فرزند ہو گیا ہے' مگر اب تک خود کو شراب نوشی سے آلودہ نہیں کیا تھا۔ آج میں نے اُس سے کہا' بابا' صاحبِ فرزند ہو گیا ہے۔ بادشاہوں اور بادشاہ زادوں نے شراب

سید قاسم محمود

پی ہے۔ آج تیرے جشنِ وزن کا دن ہے۔ میں تجھ کو شراب پلاتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ جشن کے ایام میں اور اسی طرح بڑی بڑی تقریبات کے موقعوں پر شراب پی لیا کرو' البتہ طریقۂ اعتدال ضرور ملحوظ رکھو' کیونکہ اتنی شراب پینی جو عقل کو زائل کر دے' عقلاء نے جائز قرار نہیں دی ہے۔ شراب نوشی سے نفع اور فائدہ پیشِ نظر رہنا چاہئے۔ بوعلی سینا جو عقلاء اور اطباء کے طبقے میں بہت وقعت رکھتا ہے' اُس نے یہ رباعی کہی ہے:

مے دشمنِ مست و دوست ہوشیار است
اندک تریاق و بیش زہر مار است
در بسیارش مضرت' اندک نیست
در اندک او منفعت بسیار است

یعنی زیادہ پینے سے مضرت ہے' تھوڑی پینے سے کوئی نقصان نہیں' بلکہ بہت زیادہ منفعت ہے۔ عقل کا زعم ملاحظہ ہو کہ شیخ بوعلی سینا کے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکام منسوخ ہیں۔

جہانگیری مذہبیت کا سرچشمہ

نواب سید فرید' قلیج خان' لالہ بیگ وغیرہ جو جہانگیر کے رفیق اور معتمد خاص تھے' حضرت مجدد کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ انہی حضرات کی کوششوں سے جہانگیر کے مذہبی رجحانات میں تبدیلی پیدا ہوئی' مگر اس سے پہلے جہانگیر کا ماحول کیا تھا' اس کی کسی قدر تفصیل ملاحظہ ہو۔

شیخ سلیم چشتی صاحبِ کرامات برگزیدہ بزرگ تھے۔ اُن کے اہل و عیال میں مذہبی جذبات تو ضرور ہونے چاہئیں' لیکن یہ لازمی نہیں کہ یہ مذہبی جذبات توہمات اور خلافِ شرع رسوم و عادات سے بھی پاک صاف ہوں۔ شمس العلماء ذکاء اللہ کا خیال تو یہ ہے کہ ''اُس دایہ کی صحبت نے اور اُن حالات نے جو اس کے گرد لڑکپن میں تھے' جہانگیر کو خود پرست اور توہمات میں مبتلا کر دیا اور دنیا سے بے خبر رکھا''۔

اکبر اور جہانگیر نے بزرگانِ چشت کو دیکھا تھا اور وہ اُن کے ہی معتقد تھے۔ بالخصوص حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے متعلق اعتقاد تھا۔ اکبر اپنے بیٹے جہانگیر کی ولادت کے شکریے میں آگرہ سے اجمیر شریف تک پاپیادہ گیا تھا۔

جہانگیر سے اس قدر ایثار تو نہ ہو سکا البتہ آٹھ جلوس میں جب وہ اجمیر شریف گیا تو جب قلعہ اور حضرت خواجہ کے روضے کی عمارتیں نظر آنے لگیں تو تقریباً ایک کوس کی راہ پاپیادہ طے کی۔ راستے کے دونوں طرف فقراء کھڑے ہوئے تھے' جن پر سونے کی بارش کی جا رہی تھی۔ دوسرے روز شہر کے تمام چھوٹے بڑوں کو مدعو کیا اور ہر ایک کو انعام دیا۔ پھر مزارِ مقدس کے لنگر کے لئے ایک دیگ' جو آگرے میں بنوائی تھی' اُسے نصب کرایا اور اس میں کھانا پکوایا۔

9 جلوس میں اجمیر شریف میں قیام تھا۔ اتفاقاً بخار ہو گیا۔ مرض میں تخفیف نہ ہوئی تو حضرت خواجہ کے مزار پر حاضر ہو کر منت مانی کہ جب صحتِ کاملہ حاصل ہو جائے گی تو ''جیسا کہ باطن میں حضرت خواجہ کا حلقہ بگوش اور معتقد ہوں اور اُن کی توجہ کو اپنے وجود کا سبب جانتا ہوں' ظاہر میں بھی اپنے کانوں میں سوراخ کر کے اُن کے حلقہ بگوشوں کے جرگے میں داخل ہو جاؤں گا''۔

چنانچہ صحت یاب ہونے پر جہانگیر نے اپنے کانوں میں سوراخ کر کے ہر کان میں آب دار مروارید کا ایک دانہ ڈال لیا۔ جب مخلصانِ ہوا خواہ نے یہ دیکھا تو جو لوگ یہاں موجود تھے' اُنہوں نے نیز اُن تمام نے جو سرحدی مقامات پر تھے' اپنے اپنے کانوں میں بڑے بڑے سوراخ کرا لئے۔ رفتہ رفتہ تمام ہی لشکریوں اور دوسرے لوگوں نے کان چھدوا دیئے۔

یہ ہے خدائے قادر و قہار کی قدرت۔ جو لوگ عقل و دانش کے پندار میں مبتلا ہوں' اُن سے وہ کام کرائے جاتے ہیں کہ دنیا کی تاریخ اُن کا مذاق اڑائے۔ شریعت نے انسان کو اشرف المخلوقات قرار دیا ہے' مگر یہ پندارِ عقل بکریوں اور ریچھوں کی طرح اُس کے کان خود اس کے ہاتھ سے چھدواتا ہے۔ اسی طرح شیخ علاؤ الدین' شیخ بایزید اور شیخ کبیر سے بھی جہانگیر کو بہت محبت تھی' جس کے نتیجے میں خلافِ شرع توہمات اور کرامات کا ماحول اختیار کرنا پڑا۔

نور جہاں کا جادو

ان سب مقربین کے تعلقات اور جذبات سے بالا وہ تعلق تھا' جو جہانگیر کی زندگی میں سب سے زیادہ دلچسپ اور دلفریب ہے اور جس کی بناء پر جہانگیر تمام سلاطین مغلیہ میں ایک انوکھا اور نرالا امتیاز رکھتا ہے۔ یہ نور جہاں کا عشق ہے' جس نے آزاد بادشاہ کو عہد طفولیت ہی میں گرفتار کر لیا تھا۔ جہانگیر بھی کہتا تھا کہ نور جہاں میری مالک ہے' میرے عدل وانصاف کی مالک نہیں۔ مگر جب دل کے جذبات اور دماغ کے تخیلات پر بھی اپنا قبضہ نہ ہو تو عدل وانصاف کی پاسداری صرف رسمی اور ضابطے کی چیز ہے۔ خوش قسمتی سے نور جہاں قابل باپ کی بیٹی اور مدبر بھائی کی بہن تھی۔ اور پھر عشق کا دائرہ بھی صرف ایک مرکز میں سمٹ آیا تھا۔ چنانچہ جہانگیر کے بخشی معتمد خان (مصنف اقبال نامۂ جہانگیر) کا بیان ہے: ''رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ بادشاہت کا صرف نام رہ گیا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے' میں نے سلطنت نور جہاں کو بخش دی۔ ایک سیر شراب اور آدھ سیر گوشت کے سوا کچھ نہیں چاہئے''۔

نور جہاں اگرچہ سنجیدہ' شریف طبع' قابل اور دانش مند عورت تھی۔ اس کے رحم وکرم اور دست فیض سے ہزاروں بے کس اور نادار عورتیں فیض یاب ہوئیں۔ سینکڑوں نادار لڑکیوں کے نکاح اور جہیز وغیرہ کا انتظام اس کے خزانۂ خاص سے ہوا کرتا تھا' اور حقیقت یہ ہے کہ اُس کے انہی اوصاف نے جہانگیر کی گرویدگی کو بندگی کی حد تک پہنچا دیا تھا' لیکن وہ بسا اوقات اپنی ذاتی منشا کو پورا کرنے کے لئے تباہ کن فتنہ بھی کھڑا کر دیا کرتی تھی۔

نور جہاں کا مذہب

نور جہاں شیعہ تھی۔ خواجہ محمد شریف کی پوتی تھی جو شاہِ ایران ''طہماسپ صفوی'' کا وزیر تھا۔ ایران شیعیت کا مرکز رہا ہے اور اُس زمانے میں خصوصیت کے ساتھ شیعہ سنی جذبات پورے اشتعال پر تھے' کیونکہ یہی زمانہ تھا جس میں آئے دن ترکوں سے جنگ رہتی تھی۔ خطبے میں خلفائے راشدین کا تذکرہ وقت کا سب سے بڑا اختلافی مسئلہ تھا۔ ایران تو در کنار ہندوستان میں بھی جنوبی ہند کے عادل شاہی اور دیگر شیعہ سلاطین اس مسئلے سے بہت گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ اسی زمانے میں ایران میں سُنیوں کو جبراً شیعہ کیا گیا۔

بابر بادشاہ (بانی سلطنت مغلیہ) کی وصیت اگرچہ یہ تھی کہ شاہانِ مغلیہ کو اس اختلاف سے بالا رہ کر ہندوستان کی بسنے والی تمام قوموں کو ایک نظر سے دیکھنا چاہئے' اور بدن کے مختلف عناصر کی طرح اُن کو آپس میں ملا جلا رکھنا چاہئے' مگر کیا اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ سلطنت ایران کی مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ ہندوستان کی سلطنت پر شاہانِ ایران کا سیاسی تسلط رہے' تا کہ افغانوں کی طرف سے بے فکر ہو کر ترکوں کے ساتھ اطمینان سے جنگ میں مشغول رہ سکیں۔

بابر کا بیٹا ہمایوں جب شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر ایران پہنچا تو شاہ ایران طہماسپ اس شرط پر مدد دینے کے لئے تیار ہوا کہ وہ شیعہ مذہب اختیار کر لے۔ چنانچہ ہمایوں نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا۔ چنانچہ نور جہاں جیسی فرزانہ عورت ہندوستان کی ملکہ ہو اور شاہِ ہندوستان کے دل و دماغ پر قابو حاصل کئے ہوئے ہو' یہ سلطنت ایران کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ کون نہیں جانتا کہ اس قسم کی ڈپلومیسی بڑے بڑے مقاصد میں وہ کامیابی پیدا کر دیتی ہے جو لاکھوں نفوس کی قربانیوں سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔

سلطنت مغلیہ میں فوجی قانون عموماً بادشاہوں کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ مگر دیوانی' فوجداری یا مذہبی حقوق کے عام معاملات عدالتوں میں طے پاتے تھے جن کے جج قاضی صاحبان ہوتے تھے۔ اب غور فرمائیے۔ محکمہ عدلیہ پر تسلط اور قبضہ کتنا بڑا اور کتنا اہم مقصد ہے' لیکن نور جہاں کی ڈپلومیسی یا شیعہ اقتدار کا نتیجہ تھا کہ نور اللہ شوستری کو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) بنا دیا گیا۔ نور اللہ شوستری شیعوں کے نزدیک ''شہید ثالث'' ہے' مگر سُنیوں کو اُن سے اس درجہ نفرت تھی جتنی ایک متعصب شیعہ سے ہونی چاہئے' جو کسی خاص پالیسی کے تحت قاضی القضاۃ بنا دیا گیا ہو۔

اکبر و جہانگیر کے حالات اس قدر تفصیل سے اس لئے بیان کئے گئے ہیں تا کہ اُن دونوں کے ہم عصر حضرت مجدد الف ثانی کے مندرجہ ذیل ارشاد کی تاریخی تصدیق قارئینِ کرام ملاحظہ فرما سکیں۔ وہ اپنے مکتوب (حالات نقشبند) میں لکھتے ہیں:

''فرزند! یہ وہ وقت ہے کہ پہلی امتوں میں اس جیسے پُر ظلمت وقت میں کوئی اولوالعزم نبی مبعوث ہوتا تھا اور نئی شریعت کی بنیاد رکھتا تھا۔ مگر یہ امت خیر الامم ہے اور اس کے نبی خاتم الرسل ﷺ ہیں۔ اس امت کے علماء کو انبیائے بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا گیا ہے اور انبیائے کرام کے بجائے ان علماء کے وجود کو ہی کافی سمجھا گیا ہے۔ لہٰذا ہر سو سال کے ختم پر اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد مقرر کیا جاتا ہے جو شریعت مصطفویہ کا احیاء کرتا ہے۔ بالخصوص ایک ہزار سال کے بعد' جو سابقہ امتوں میں کسی عظیم الشان رسول کی بعثت کا زمانہ ہوتا تھا اور صرف نبی کے درجے پر بھی اکتفا نہیں کیا جاتا تھا۔ امت محمدیہ میں ایک ایسے جلیل الشان عالم کی ضرورت ہے جو اولوالعزم نبی کے قائم مقام ہو سکے۔

(جاری ہے)

علیم ناصری

معذرت

(احمد آباد گجرات (بھارت) کے مظلوم مسلمانوں سے)

احمد آباد ترے جلتے مکانوں پہ نثار
میرا دل' میرا جگر' میری فغاں' میری پکار
چوٹ جو تیرے بزرگوں پہ' جوانوں پہ پڑی
وہ مرے سر پہ' مرے سینے پہ' شانوں پہ پڑی
تیرے معصوم جوان کٹ کے تہِ خاک ہوئے
آتشِ کفر سے گھر بار بھی خاشاک ہوئے
عصمتیں پردہ نشینوں کی سرعام لٹیں
پونجیاں ملت بیضا کی بہر گام لٹیں
دور بیٹھے ہی سنیں میں نے کراہیں تیری
گونجیں اس عالم بدبخت میں آہیں تیری
کاش میں تیری مدد کے لئے آ بھی سکتا
حتی الامکان کوئی جان بچا بھی سکتا
لیکن اس دورِ ستم گار میں مجبور ہوں میں
اپنے خود ساختہ ایوان میں محصور ہوں میں
میں پشاور سے نہ لاہور سے آ سکتا ہوں
کسی ڈھب سے نہ کسی طور سے آ سکتا ہوں
مسجدِ بابری پہ آنسو بہائے تھے فقط
چند مندر بھی تسلی کو گرائے تھے فقط
نعرے تکبیر کے گلیوں میں لگائے تھے فقط
اس لئے بدلے مساجد کے چکائے تھے فقط
معذرت ہی کے یہ دو بول تجھے کافی ہیں
تیرے امراض کے اللہ میاں شافی ہیں
میں دعائیں ہی تری خیر کی کر سکتا ہوں
اور کچھ ٹھنڈی سی آہیں ہیں کہ بھر سکتا ہوں

اپنی مجبوری و معذوری پہ خود نادم ہوں
ورنہ ہر طور مسلمانوں کا میں خادم ہوں

(بشکریہ ماہنامہ عفت راولپنڈی نومبر 2002ء)

اسلام اور مغرب کا تہذیبی ٹکراؤ

ظفر آغا' دھلی

پاکستان دنیا کا پہلا اسلامی ملک ہے جو ایٹمی طاقتوں کی صف میں شامل ہوا ہے مگر اسی کے ساتھ ساری دنیا نے پاکستان کے ایٹم بم کے خلاف احتجاج کیا ہے اس سے عیسائی اور اسلامی تہذیبوں کا قدیم تہذیبی ٹکراؤ ایک بار پھر کھل کر سامنے آ گیا۔ اب اس بات میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان ساری مغربی دنیا سے الگ تھلگ ہو گیا ہے اور اس کی معیشت کو ایک خطرناک دور سے گزرنا پڑے گا۔ پاکستان پہلا اسلامی ملک ہے جو ایٹمی طاقتوں کی صف میں داخل ہوا ہے۔ عالم اسلام سائنس اور ٹیکنالوجی کی دوڑ میں دنیا کی دوسری قوموں سے بے حد پیچھے رہ گیا ہے۔ لہٰذا اب عالم اسلام کی سائنسی اور ٹیکنالوجی کی پسماندگی کی گتھی سلجھانے کا وقت آ گیا ہے۔ جس وقت سے یورپ اور پھر امریکہ نے سائنس اور ٹیکنالوجی پر عبور حاصل کیا اسی وقت سے اسلامی تہذیب کا زوال شروع ہوا اور آج بھی اسلامی ممالک اسی سائنسی پسماندگی کا شکار ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی دراصل کچھ اور نہیں ہے بلکہ نظام قدرت کو سمجھنے کا ایک طریقہ ہے اور جب سائنسی تجزیہ سے قدرت کے کسی اصول کو سمجھا جائے اور پھر اس کو انسانوں کے فائدے کے لئے استعمال کیا جائے تو اس چیز کو ٹیکنالوجی کا نام دے دیا جاتا ہے۔ مثلاً شروع میں انسان کے سفر کا ذریعہ صرف گھوڑے اور دوسرے جانور ہی تھے۔ مگر انگلینڈ کے ایک شخص نے ایک روز یہ محسوس کیا کہ پانی سے جو بھاپ بنتی ہے اس میں بے پناہ طاقت ہوتی ہے پھر اس کی سمجھ میں یہ آیا کہ اگر زیادہ پانی کو ایک ساتھ گرم کر کے بہت ساری بھاپ اکٹھی کر لی جائے اور پھر اس بھاپ کو کسی چیز کو آگے چلانے کے لئے استعمال کیا جائے تو وہ سواری بھاپ کی طاقت سے بہت تیز چل سکتی ہے۔ اس طرح دنیا میں بھاپ انجن کی ایجاد ہوئی اور پھر اس کا استعمال ریلوے ٹیکنالوجی میں ہوا جس نے دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ یہ تو تھا سائنس کا کمال' مگر اس کمال میں کوئی ایسی بات نہیں جو کسی طرح سے شرع کے خلاف ہو' کیونکہ پانی میں جو قوت چھپی ہوئی ہے وہ پانی کو قدرت کی طرف سے ہی ملی ہے اور شرع یہ کہیں نہیں بتاتی کہ پانی کی چھپی ہوئی قوت کو انسان کی فلاح کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا مگر چونکہ صلیبی جنگوں کے دور سے اسلام اور عیسائی تہذیب میں کافی ٹکراؤ رہا اس وجہ سے عالم اسلام نے سائنس اور ٹیکنالوجی سے شروع شروع میں اپنا منہ موڑا اور پسماندگی کا شکار ہو گیا لیکن اب عالم اسلام کو بھی یہ بات کھل کر سمجھ میں آ چکی ہے کہ اگر آج کی دنیا میں اس کو ترقی کرنا ہے تو اس کو بھی سائنس اور ٹیکنالوجی پر عبور حاصل کرنا ہو گا لیکن عالم اسلام کو یہ ترقی خود اپنے دم خم پر حاصل کرنی ہو گی کیونکہ عیسائی تہذیب یا دنیا کی کوئی دوسری قوم یہ کبھی بھی پسند نہیں کرے گی کہ اس کی ایجاد کردہ سائنس اور ٹیکنالوجی پر عالم اسلام بھی عبور حاصل کر لے کیونکہ سائنس اور ٹیکنالوجی پر انحصار صلیبی جنگوں کے دوران عیسائی قوم نے اپنے تحفظ کے لئے کیا تھا بھلا ایسی صورت میں عیسائی تہذیب اپنی ایجاد کردہ کوئی بھی ٹیکنالوجی عالم اسلام کو کیونکر دے سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج عالم اسلام اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ایٹمی ٹیکنالوجی کی دوڑ میں اس قدر پیچھے رہ گیا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ جب جب عالم اسلام کے کسی بھی ملک نے ایٹمی ٹیکنالوجی حاصل کرنے کی کوشش کی تو اس ملک کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پاکستان کو ایک عرصے سے ایٹمی ٹیکنالوجی کے حصول میں مشکلات کا سامنا تھا اسی طرح جب عراق کے صدر صدام حسین نے ایٹم بم کی بات کرنا شروع کی تو انہیں طرح طرح کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا اور یہی وجہ ہے کہ آج پاکستان (جس نے حال میں جوابی ایٹمی دھماکے کئے ہیں) بھارت کے ایٹمی دھماکہ کرنے کے بعد بھی خود اپنے ایٹم بم کا دھماکہ کرتے ہوئے ڈر رہا تھا۔ غالباً نواز شریف کو اس بات کا احساس تھا کہ اگر پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کر دیا تو عیسائی دنیا پاکستان کا وہی حشر کرے گی جو اس نے عراق کا کیا ہے۔ الغرض عالم اسلام کو سائنس اور ٹیکنالوجی کو میدان میں خود اپنی طاقت و قوت پر عبور حاصل کرنا چاہئے کیونکہ دنیا کی کوئی قوم اپنی ترقی کا راز کسی دوسری قوم کو یونہی نہیں دیا کرتی ہے اگر عالم اسلام کو سائنس اور ٹیکنالوجی پر مکمل عبور حاصل کرنا ہے تو اس کو یہ حقیقت تسلیم کرنی ہو گی کہ جدید سائنس اور جدید تعلیم اسلامی شریعت کے خلاف نہیں ہے۔

جیسا کہ اس مضمون میں پہلے ہی بیان کیا جا چکا ہے کہ دراصل سائنس قدرت کے نظام کو سمجھنے کا یہ ایک طریقہ ہے اور اسلام نے کہیں پر بھی یہ پابندی نہیں لگائی کہ انسان اپنی فلاح و کامیابی کے لئے قدرت کے اصولوں کو سمجھ کر اس کا استعمال اپنے لئے نہ کرے۔ یہی وہ سنگین موڑ ہے جو اسلامی شریعت اور یورپی سائنس و ٹیکنالوجی میں ایک تضاد اور ٹکراؤ پیدا کرتا ہے چنانچہ عالم اسلام کو سائنس و ٹیکنالوجی پر عبور حاصل کرنے سے قبل خود اسلامی شریعت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ دراصل عالم اسلام کو اس وقت اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ وہ بڑے پیمانے پر شرعی مذاکرہ منعقد کرے کہ آخر اسلامی شریعت اور سائنس میں کوئی بنیادی تضاد ہے یا نہیں؟ اور یہ بحث اس نکتہ نگاہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے کی جائے کہ سائنس دراصل نظام قدرت کو سمجھنے کا ایک ذریعہ ہے اگر اس نکتہ نگاہ سے شرع کی تشریح ہو گی تو یہ بات کھل کر سامنے آ جائے گی کہ اس وقت عالم اسلام کو اسلامی شریعت کو صحیح طریقے سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ یہی وہ بحث ہے جسے مشہور شاعر اور اسلامی مفکر علامہ اقبال نے اپنی مشہور و معروف کتاب (Reinterpretaion of Islamic Shariah) میں شروع کی تھی۔ آج کی تیز رفتار دنیا میں غالباً اس بحث کی ایک بار پھر بہت سخت ضرورت ہے کیونکہ بے معنی ٹکراؤ پیدا ہو گیا ہے اس کو دور کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے اور جس وقت تک عالم اسلام اس تضاد کو دور نہیں کر لیتا' اس وقت تک اس کو ہر قسم کی ٹیکنالوجی حاصل کرنے کے لئے دوسری قوموں کے سامنے اپنا ہاتھ پھیلانا پڑے گا خواہ وہ ایٹم بم کی ٹیکنالوجی ہی کیوں نہ ہو۔

زبان خلق

متحدہ مجلس عمل کی خدمت میں!

مسلمان شاہ ہو یا گدا' حالت امتحان میں ہے۔ آج دجالی فتنہ عروج پر ہے لیکن بالآخر غلبہ دین حق کا ہونا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ بش اور شیرون طاغوت کے علمبردار ہیں۔ حق پر ہونے کی یہ پہچان ہے کہ طاغوت اس کی جان کے درپے ہے اور اس کے سامنے کھڑے ہونا عزیمت اور استقامت کا مظہر ہے۔ اسی میں نجات ہے۔

سرحد اور بلوچستان میں جو موقع ملا ہے' ایم ایم اے وہاں دیانت اور امانت کی مثال قائم کرے۔ تاکہ پنجاب اور سندھ ہوش میں آئے۔ بش نے دنیا کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا۔ نسل انسانی کو مسیحا کی تلاش ہے۔ خود امریکیوں کو بش کے شر سے پناہ کی تلاش ہے۔ متحدہ مجلس عمل کے لئے موقع ہے کہ باطل کے آگے دیوار بن جائے۔ اس کے لئے تمام مذہبی دھڑوں' خصوصاً تبلیغی جماعت کے اکابرین کو منت سماجت کر کے ساتھ ملائے۔

اللہ تعالیٰ ہماری دینی قیادت کو فراست اور وسعت قلب اور تمام مسلمانوں کو اپنی اپنی زندگیوں میں اسلام نافذ کرنے کی توفیق دے۔ آمین!

ملک خدا بخش' سرگودھا

مسلم اُمّہ: خبروں کے آئینے میں

گزشتہ سے پیوستہ ہفتے کی طرح رواں ہفتے میں بھی بین الاقوامی سیاسی ماحول پر عالم الاسلام کے معتوب و مقہور ہونے کا منظر چھایا رہا' البتہ دینی منظر نے سیاسی منظر کو فی الحال دھندلا رکھا ہے۔ پورے کرۂ ارض کے چپے چپے سے مسلمان مرد و زن' امیر غریب' لاکھوں کی تعداد میں حج کی سعادت بابرکت حاصل کرنے کے لئے مکہ معظمہ کی جانب رواں دواں ہیں۔ اس مرتبہ جذبات میں جوش کی حرارت کچھ زیادہ ہے' کیونکہ آسمان پر اور زمین پر صیہونیت کے لائے ہوئے مسلح عساکر (حاجیوں کے پہلو بہ پہلو) پھیل رہے ہیں۔

عراق

اس وقت سب سے بڑا بین الاقوامی اور انسانی مسئلہ عراق کا ہے' جس کے خلاف امریکا اور اس کے حواری برطانیہ نے ہر دلیل ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ برطانیہ نے تو امریکہ کو یہ پیغام بھجوایا ہے کہ امریکا کو اپنی پالیسی کے خلاف دنیا کے تمام ممالک کی رائے کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے' لیکن یہ پیغام دینے کے دوسرے ہی دن اپنا ایٹمی اسلحے سے لیس بحری بیڑہ خلیج کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ امریکا کے صدر بش نے یکم جنوری کو اپنے خطاب میں اعتراف کیا تھا کہ عراق کے پاس ممنوعہ ہتھیار نہیں ہیں' لیکن 8 جنوری کو انہوں نے اپنے اس الزام کا اعادہ کیا کہ عراق کے پاس وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار موجود ہیں۔ اگرچہ اقوام متحدہ کے چیف معائنہ کار نے کہا ہے کہ انہیں ابھی تک عراق میں کچھ نہیں ملا۔ دریں اثناء اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے غیر وابستہ ممالک کی یہ درخواست مان لی ہے کہ 27 جنوری کو اقوام متحدہ کے اسلحہ انسپکٹروں کی عراق میں اپنی کارکردگی کی رپورٹ کی مکمل سماعت کی جائے۔ یہ چھوٹے چھوٹے غیر اہم سے واقعات بھی جاری ہیں' اور امریکا اپنی بہترین فوج بہترین اسلحے سے لیس کر کے خلیج میں بھیج رہا ہے۔ اب تک امریکا سوا لاکھ سے زیادہ فوجی افراد خلیج میں جمع کر چکا ہے۔ ادھر عراق کے ہمنوا روس نے اپنے دو بحری جہاز ''گشت اور نگرانی'' کے حوالے سے خلیج کی طرف روانہ کر دیئے ہیں۔ سیاسی تجزیہ نگاروں کا عام خیال یہ ہے کہ حج کے فوراً بعد فروری کے دوسرے ہفتے میں امریکا اقوام متحدہ یا کسی اور ادارے' مذہب یا اخلاقی یا انسانی حقوق کی پروا کئے بغیر پوری ڈھٹائی اور بے حیائی سے عراق پر حملہ کر دے گا' یہ جانے بغیر کہ اس حملے سے امریکا کے زوال کی رفتار میں اضافہ ہو جائے گا۔ عراق پر امریکی ممکنہ (بلکہ یقینی) حملے کا ایک مثبت پہلو یہ ہے کہ پاکستان میں بھی متحدہ مجلس عمل کے زیر اہتمام موثر ملک گیر احتجاجی مظاہرے ہوئے ہیں اور حکومت سے پُرزور مطالبہ کیا گیا ہے کہ اڈے بند کرے اور امریکی فوجیوں کو ملک سے باہر نکالا جائے۔ نیز خود امریکا میں بھی وہاں کے امن پسند شہریوں نے صدر بش کی جنگ حکمت عملی کے خلاف عوامی احتجاجی مظاہرے کئے ہیں۔

پاکستان

پاکستان کے اپنے وسائل و ذرائع سے تیار کیا جانے والا درمیانی فاصلے تک مار کرنے والا بیلسٹک میزائل حتف پنجم (غوری) 9 جنوری کو باضابطہ طور پر پاک فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ یہ نظام میزائل کے لانچنگ سسٹم' میزائل اور اُن کے کمانڈ اور کنٹرول کے آلات پر مشتمل ہے۔ غوری میزائل کچھ عرصہ پہلے عبدالقدیر خان لیبارٹری میں تیار کیا گیا تھا۔ اس کی صلاحیت آزمانے کے لئے اس کے متعدد ٹیسٹ بھی کئے گئے تھے۔ بھارت کی طرف سے ایٹمی حملے کی دھمکی کے بعد غوری میزائل کو پاک فوج کے حوالے کرنا بھارت کے لئے ایک پیغام بھی ہے کہ پاکستان کے پاس نہ صرف ایٹمی ہتھیاروں کی صلاحیت موجود ہے' بلکہ میزائلوں کا ایسا نظام بھی دستیاب ہے جو ایک ہزار کلوگرام آتشیں اسلحہ بشمول ایٹم بم اٹھا کر تیرہ سو کلومیٹر تک مار کر سکتا ہے جو بھارتی میزائل ''پرتھوی'' کی 150 تا 350 کلومیٹر رینج سے تقریباً چار گنا زیادہ ہے اور بھارت کے ہر شہر کو نشانہ بنا سکتا ہے۔

غوری میزائل کی تعمیر و تشکیل کہوٹہ لیبارٹری اور ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی گراں قدر خدمات اور شبانہ روز محنت کا ثمر ہے۔ اُن کے خلاف مغربی پریس میں ایک ناروا اور شرمناک تحریک جاری ہے اور ہمارے سرکردہ ہیروز کو زیرو بنانے کی روش اختیار کر رکھی ہے۔

مصر

مصری فوج نے غیر ملکیوں اور دیگر اہداف کو نشانہ بنانے کے الزام میں اسلامک جہاد گروپ کے 43 ارکان کو ملک کے مختلف علاقوں سے گرفتار کیا ہے۔ حکومت نے الزام لگایا ہے کہ یہ لوگ مصر میں غیر ملکی افراد اور متعدد اہم شخصیات اور تنصیبات پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق ان افراد کا سرگروہ ایجاب اسماعیل ہے۔ اس نے تین سیل بنائے ہوئے تھے۔ انہوں نے دھماکہ خیز مواد کی تیاری کے لئے ایک فیکٹری بھی کرائے پر حاصل کی ہوئی تھی۔

کشمیر

مقبوضہ کشمیر میں بھارتی افواج کے خلاف برسرپیکار سات تنظیمیں دو الگ الگ گروپوں میں ضم ہو گئی ہیں' جبکہ دیگر تنظیموں کی تعداد کم کر کے انہیں ایک گروپ میں ضم کر دیا گیا ہے۔ البرق' تحریک جہاد اور اسلامک فرنٹ آپس میں مدغم ہو کر ''کشمیر فریڈم فورس'' بن گئی ہیں' جبکہ مسلم جانباز' الفتح' حزب اللہ اور المجاہد نے کشمیر مزاحمتی فورس بنالی ہے۔ تحریک المجاہدین نے ''لشکر طیبہ'' میں ضم ہونے کا اعلان کیا ہے۔ دوسری طرف بھارتی فوج نے تشدد کی کارروائیوں میں تیزی پیدا کر دی ہے۔ ضلع پونچھ کے علاقے داراسانجھا میں تلاشی کی کارروائی کے دوران فائرنگ کر کے دو نوجوانوں کو موقع پر شہید کر دیا۔

بھارت

بھارتی مسلمانوں کے خلاف حکومت کی ترغیب پر متشددانہ سرگرمیاں تیز ہو گئی ہیں۔ گجرات میں حالیہ مسلم کش فسادات کے بعد دوبارہ کرفیو لگا دیا گیا ہے۔ وشوا ہندو پریشد کے انٹرنیشنل جنرل سیکرٹری نے کہا ہے کہ اسلامی دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لئے بھارت کو ''ہندو راشٹریہ'' بنانا ہو گا۔ شہر کٹک کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اعلان کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اسلامی دہشت گردی کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کے لئے اس کے خلاف جنگ چھیڑ دی جائے۔

نابینا خواتین کے لئے وظیفہ

قارئین! اگر آپ کسی بے سہارا نابینا خواتین کو جانتے ہوں جن کی عمر 18 سال سے زیادہ ہو' امداد کی مستحق ہوں اور کہیں سے بھی امداد نہیں ملتی ہو تو ان کا نام' پتہ' عمر' شناختی کارڈ اگر ہو' افراد خانہ کے نام' عمر' تعلیم' پیشہ' ذریعہ آمدنی اور حالت بینائی ہمیں لکھ کر روانہ کریں ہم ان کے لئے ماہانہ وظیفہ مقرر کرنے کی کوشش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اس کار خیر میں مدد کا اجر دے۔ آمین

امینہ خطیب فاؤنڈیشن

پوسٹ بکس نمبر 5619' کراچی 74000

اسلام اور عیسائیت پر

انٹرنیٹ کے ذریعے ہونے والا ایک دلچسپ مکالمہ

مکالمے میں شریک: ماریہ، اشفاق احمد خٹک اور پروفیسر ہیمپ

ماریہ: آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔
خٹک: مجھے بھی آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔
ماریہ: دوستی کریں گے؟
خٹک: کیوں نہیں' کیا حال ہیں؟
ماریہ: ٹھیک ہوں' کیا کرتے ہیں؟
خٹک: پاکستان میں رہتا ہوں' عمر 27 سال' محنت کرتا ہوں اور آپ کیا کرتی ہیں؟
ماریہ: جرمن نژاد ہوں (امریکی شہری) فلاڈلفیا کے قریب ایک دیہات میں رہتی ہوں' عمر بائیس سال ہے' طالبہ ہوں۔
خٹک: مجھے کیسے جانتی ہیں؟
ماریہ: آپ کا ایک پریسٹ (پادری) سے کچھ عرصہ پہلے انٹرنیٹ پر ہونے والا ایک مکالمہ مجھے (انگریزی ترجمے کی صورت میں) کچھ دن پہلے یہاں (فلاڈلفیا میں) موصول ہوا۔
خٹک: اوہ! تو گویا آپ کا بھی مسلمان ہونے کا ارادہ ہے۔
ماریہ: بالکل نہیں' میں نے مسلمانوں کا اصل چہرہ دیکھ لیا ہے۔
خٹک: یعنی کہ آپ کے پاس کچھ دلائل ہیں۔
ماریہ: جی ہاں۔
خٹک: پیش کیجئے۔
ماریہ: یہ پورا ہی غلط ہے' اس میں کون سی بات درست ہے؟
خٹک: کیا آپ نے اسے پورا پڑھا ہے؟
ماریہ: نہیں' میں گمراہ نہیں ہونا چاہتی۔ اس مکالمے کو پڑھ کر بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں' میں اتنے دنوں سے آپ سے چیٹ کرنا چاہتی ہوں' آپ وقت طے کر کے خود غائب ہو جاتے ہیں۔
خٹک: دراصل میرے Chat کے اوقات میرے ہاتھ میں نہیں' بجلی فراہم کرنے والا محکمہ اور ٹیلی فون ایکسچینج والے مقرر کرتے ہیں۔ یہ پاکستان ہے بی بی' امریکا نہیں۔ چلیں اب میں سامنے ہوں' مجھے آپ سے ہمدردی ہے' کہئے کیا کہنا چاہتی ہیں؟
ماریہ: ہمدردی کیسی اور کیوں؟
خٹک: اگر آپ کے سامنے ایک کم عقل بچہ آگ میں کود جائے تو آپ کیا کریں گی؟

ماریہ: بچانے کی کوشش کروں گی' میں کوئی مسلمان تو نہیں۔
خٹک: بس یوں سمجھئے کہ میں بھی آپ کو بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ میرے پاس ''میں نہ مانوں'' کا کوئی علاج نہیں۔ اگر کوئی دلیل ہے تو بیان کیجئے۔
ماریہ: دیکھئے بائبل میں آیت نمبر Matthew 24:4, 24:5.24:24

ترجمہ: خدا فرماتے ہیں کہ ''خیال رکھنا کوئی تمہیں دھوکہ نہ دے دے۔ (جھوٹے) میرے نام سے آئیں گے اور دعویٰ کریں گے کہ میں عیسیٰ ہوں''۔
''بہت سے جھوٹے پیغمبر ظاہر ہوں گے اور دھوکہ دیں گے''۔
''جھوٹے عیسیٰ اور جھوٹے پیغمبر ظاہر ہوں گے' بڑی نشانیاں لے کر آئیں گے اور اگر ممکن ہوا تو چن بھی لئے جائیں گے (یعنی مان لئے جائیں گے)''

خٹک: جی ہاں! ایسا ہے' نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی تصدیق اسلام بھی کرتا ہے۔ چند دنوں پہلے ایک اور جھوٹا دعویدار یوسف کذاب جیل میں قتل ہو گیا۔ نبوت کے جھوٹے دعویداروں کی ایک فہرست ہے میرے پاس۔ اگر آپ چاہیں تو پیش کروں؟ اب آپ کہیں گی کہ یہ اشارے محمد ﷺ کی طرف ہیں؟ آپ یہ دیکھئے کہ ان آیات میں کیا لکھا ہے؟ کیا محمد ﷺ نے کبھی عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟ محمد ﷺ کی اپنی ایک شناخت ہے۔ یہ آیات محمد ﷺ کی طرف نہیں بلکہ یوسف کذاب جیسے نبوت کے جھوٹے دعویدار کے لئے ہیں۔ آپ میرے (مذکورہ بالا) مکالمے کو پڑھ لیجئے۔ اس میں بائبل ہی کی وہ آیات دکھائی گئی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کی طرف واضح اشارے ثبوت کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔
ماریہ: میں نہیں مانتی' اگر ایسا ہے تو میں بائبل کو ہی نہیں مانتی (توہین آمیز انداز میں)
خٹک: لگتا ہے کہ آپ میرا وقت ضائع کرنا چاہتی ہیں۔ آپ کم عقل ہیں۔ اس وقت نیو یارک اور فلاڈلفیا میں رات کے ساڑھے آٹھ بج رہے ہیں' اگر آپ نہ مانیں اور یہ دعویٰ کریں کہ دن کے ساڑھے آٹھ بج رہے ہیں' تو کوئی کیسے مانے گا؟ آپ کے ماننے یا نہ ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔
ماریہ: آپ ثابت کر دیں تو مان لوں گی۔ میرے استاد بھی لائن پر آ چکے ہیں ان سے بات کریں گے؟

خٹک: جی جی ضرور کریں گے' چلیں کانفرنس کر لیتے ہیں۔ لیکن ایک وقت میں آپ دونوں میں سے ایک بات کرے گا' آپ میری اور پریسٹ کی گفتگو پڑھنا شروع کریں اور جہاں آپ گمراہ ہونے لگیں وہاں چھوڑ دیں' اگر آپ گمراہ ہو گئیں تو میں ذمہ دار ہوں۔
ماریہ: ٹھیک ہے' گفتگو مجھے دیجئے۔
خٹک: وصول کیجئے۔
ماریہ: وصول ہو گئی' ہیمپ سے بات کریں انہوں نے اس گفتگو کا کئی بار مطالعہ کیا ہے۔
ہیمپ: ہاں تو دہشت گرد آج پکڑا گیا......
خٹک: خوش آمدید ہیمپ صاحب' کیا حال ہیں۔
ہیمپ: ٹھیک ہوں اور آپ کیسے ہیں؟ امریکیوں کے بارے میں کیا رائے ہے؟
خٹک: اگر ہدایت پا لیں تو دنیا کی بہترین قوم ہیں۔ میں ان کی ٹیکنالوجی سے تو بہت متاثر ہوں' ان کے کلچر سے بالکل نہیں۔
ہیمپ: دنیا کی ہر دہشت گردی کے پیچھے مسلمانوں کا ہاتھ ہوتا ہے۔
خٹک: کیا ہٹلر مسلمان تھا؟ جاپانیوں پر ایٹم بم مارنے والے مسلمان تھے؟
ہیمپ: آپ ہمیں آگ اور پتھر کے زمانے میں کیوں لے جانا چاہتے ہیں؟
خٹک: میں امریکیوں سے بڑی محبت کرتا ہوں' میں چاہتا ہوں کہ وہ اور ترقی کریں۔ خود تجربات کر کے وقت ضائع کرنے کی بجائے رسول اللہ ﷺ کے سو فیصد درست سائنسی طریقے اپنائیں۔ ہیمپ صاحب! اگر برا نہ مانیں تو کچھ تعارف کرائیں اپنا اور میرے تعارف کے لئے میرا صفحہ www.ashfaq.20m.com دیکھئے۔
ہیمپ: آپ کا صفحہ دیکھ چکا ہوں۔ میں ہیمپ ہوں' عمر 42 سال' شادی شدہ' ہسپانوی نژاد امریکی شہری' ماریہ کا استاد' کیمیا میں پی ایچ ڈی ہوں۔
خٹک: جب آپ نے کیمیا پڑھی ہے تو آپ کو تو فوراً اسلام قبول کر لینا چاہئے۔
ہیمپ: اسلام تو کالے لوگوں کا مذہب ہے' میں تو گورا ہوں اور کیمیا ایک جدید علم ہے جبکہ قرآن تو بہت پرانی کتاب ہے اور آپ لوگ اسے اپ ڈیٹ بھی نہیں کرنے دیتے۔
خٹک: آپ غلط فہمی کا شکار ہیں' اسلام میں نہ کالے گورے کی تمیز ہے' نہ زبان اور شہریت کی' باقی رہی قرآن کو اپ ڈیٹ Update کرنے کی بات تو جناب قرآن فائنل ہے۔ جبکہ آپ لوگ آہستہ آہستہ وہاں پہنچ رہے ہیں جہاں قرآن و حدیث بہت پہلے پہنچ چکے ہیں۔ قرآن میں لکھی ہوئی باتیں غلط ہی نہیں تو ہم کس طرح اپ ڈیٹ کریں؟

اس میں ایسی کون سی بات ہے جسے سائنسدان ثبوت کے ساتھ رد کر سکتے ہیں؟ اس میں سب کچھ درست ہے' یہ فائنل ایڈیشن ہے۔ ہمارا مذہب بہت ایڈوانس ہے۔ امریکا بھی آہستہ آہستہ قرآن تک پہنچ رہا ہے۔

ہیمپ: میں عیسائی نہیں' روشن خیال امریکی ہوں جناب! اور قرآن کو آئے ہوئے کم و بیش ڈیڑھ ہزار سال ہو چکے ہیں۔ اس زمانے میں کیمیا کوئی باقاعدہ علم ہی نہیں تھا۔ ذرا سوچ کر بات کریں۔

خٹک: سوچ کر ہی بول رہا ہوں۔ آج آپ نے کیا پڑھایا ہے؟

ہیمپ: ڈالٹن کا ایٹمی نظریہ صحیح پڑھایا تھا۔

خٹک: جب آپ نے ڈالٹن کا ایٹمی نظریہ پڑھا تو آپ نے اسے سمجھا کیوں نہیں؟ (مسکراتے ہوئے) لگتا ہے کہ امریکا میں پی ایچ ڈی کی ڈگری نااہل افراد کو بھی مل جاتی ہے۔

ہیمپ: (ہنستے ہوئے) جی ہاں' ویسے پاکستان میں ڈگریاں دو سو ڈالر میں بکتی ہیں' آپ نے کتنے ڈالر میں پی ایچ ڈی کیا؟

خٹک: (مسکراتے ہوئے) میں نے کیا ہی نہیں۔ میرے پاس دو سو ڈالر کہاں ہیں؟

ہیمپ: ڈالٹن کے ایٹمی نظریے کا اسلام سے کیا تعلق؟

خٹک: سائنس کی ہر بات کا تعلق اسلام سے ہوتا ہے۔ ڈالٹن نے 1808ء میں ایٹمی نظریہ پیش کیا جس کا دوسرا نکتہ اسلامی تعلیمات کو تسلیم کرتا ہے کہ ایٹم پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ یعنی انسان کے بس میں نہیں۔

ہیمپ: جی ہاں۔

خٹک: زمین میں مادے کی مقدار 6x1024 کلوگرام ہے۔ تو بتائیں کہ اتنی مقدار میں ایٹم کس نے پیدا کر دیئے؟

ماریہ: عیسیٰ نے۔

خٹک: ماریہ بی بی! آپ کو بات کرنے سے پہلے اجازت لینا چاہئے تھی' خیر...... تو آپ ذرا یہ بتایئے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ زمین پر پیدا ہوئے تھے یا نہیں؟ زمین عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے موجود تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے بہت سے معجزے دیئے تھے لیکن دنیا عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا نہیں کی اور نہ ہی میں نے ایسی کوئی بات بائبل میں پڑھی ہے۔ آپ پہلے بائبل مقدس کا مطالعہ کیجئے پھر گفتگو کیجئے۔

ہیمپ: ماریہ تم خاموش رہو اور صرف سنو (یعنی دیکھو کہ کیا کہا جا رہا ہے)

خٹک: (مسکراتے ہوئے) نہیں ہیمپ صاحب! اسے کہنے دیں' ویسے آپ انہیں چپ نہیں کرا سکتے۔ لگتا ہے مارک ٹوین نے خواتین کے متعلق ٹھیک ہی کہا ہے کہ "عورتوں کو خاموش کرنے کی کوشش کرنے والے مرد ہی احمق ہوتے ہیں۔"

ہیمپ: (ہنستے ہوئے) کیا زبردست بات کی ہے اور وہ بھی بڑے صحیح موقعے پر۔

ماریہ: مسلمان بڑے ظالم ہیں' دیکھو تو...... ان کے یہاں عورتوں کو بولنے کی بھی اجازت نہیں دی جاتی۔

خٹک: بہن جی! مارک ٹوین مسلمان نہیں ایک غیر مسلم دانشور تھا۔ میں تو کہہ رہا ہوں کہ آپ بولیں لیکن غیر ضروری نہیں۔

ہیمپ: مسلمان ٹھیک کہتا ہے' غیر ضروری بات مت کرو۔

خٹک: تو جناب! ڈالٹن صاحب کے نظریے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زمین کو انسان نے نہیں بنایا۔ آپ یہ بات پہلے بھی جانتے اور مانتے ہیں کہ انسان اس زمین کا ذہین ترین جاندار ہے۔ جنات پر آپ لوگ یقین نہیں رکھتے۔ تو پھر یہ زمین' چاند سورج کس نے بنا دیئے؟

ہیمپ: امریکی سائنسدانوں نے بہت سے کام کئے ہیں۔ نئے عناصر تیار کئے ہیں۔ پہلے بہت کم عناصر تھے اور اب دیکھیں۔

خٹک: دریافت شدہ عناصر میں سے 92% عناصر قدرتی طور پر پائے جاتے ہیں' آپ مجھے وہ تجربہ گاہ دکھا دیں جس میں زمین بنائی گئی ہے۔

ہیمپ: نہیں' آپ ٹھیک کہتے ہیں' اسے بنایا نہیں گیا' یہ پہلے سے موجود سورج کا ایک ٹھنڈا ہو جانے والا ٹکڑا ہے' لیکن یار پھر سورج کہاں سے آیا؟

خٹک: کوئی شے خود نہیں بنتی۔ کوئی نہ کوئی بناتا ہے اور اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔

ہیمپ: شاید آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ کوئی نہ کوئی تو ہے' لیکن جناب! انسان نے بہت سے عناصر تیار کر لئے ہیں۔

خٹک: جی ہاں! سائنسدانوں نے پہلے سے موجود عناصر کی تابکاری کے ذریعے "تیار" کئے ہیں "پیدا" نہیں کئے۔

جی ہاں! یقیناً اللہ (کا وجود) ہے۔ قرآن کی کیا ضرورت تھی؟

خٹک: جناب! جب کوئی سائنسدان کوئی آلہ بناتا ہے تو اس آلے کا صحیح استعمال سکھانے کے لئے کوئی کتاب بھی ساتھ دیتا ہے۔ انسان بھی اللہ تعالیٰ کی ایک تخلیق ہے اور خالق نے زندگی گزارنے کے لئے اسے کتابیں دیں' ان کتابوں میں صحیح زندگی گزارنے کے طریقے تھے۔

ہیمپ: وہ کتابیں کہاں گئیں؟ آپ کے پاس ہیں؟

خٹک: انسان نے انہیں تبدیل کر لیا۔ ان میں تحریف کی گئی' ان کی آیات ناقابلِ بھروسہ ہو گئیں' اس کے Update ایڈیشن آتے رہے اور پھر ایک فائنل ایڈیشن آیا۔ اس فائنل ایڈیشن کا نام قرآن ہے۔ یہ محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ اسے بدلنا ممکن نہیں' تحریف کی گنجائش ہی نہیں' یہ کتاب پچھلی کتابوں کی آمد کی بھی تصدیق کرتی ہے۔

ہیمپ: مجھے یہ کتاب بھیج دیں۔

لائن منقطع ہو گئی اور دوبارہ رابطہ کرنے میں چند منٹ لگے' اس دوران ہیمپ اور ماریہ کی گفتگو۔

ہیمپ: ماریہ! مسلمان کی بات مجھے درست لگتی ہے۔

ماریہ: مجھے پہلے ہی پتہ تھا' یہ مسلمان ماہر نفسیات ہے' بڑا چالاک ہے۔ آپ بھی گمراہ ہوتے جا رہے ہیں' یہ برین واش کرنے کا ماہر ہے۔

ہیمپ: میں بغیر ثبوت کوئی بات نہیں مانتا۔ سائنس دان ہوں کوئی بچہ نہیں۔

ماریہ: اگر مسلمان سامنا کر سکتا تو یوں اچانک خدا حافظ کہے بغیر کیوں بھاگ گیا۔

رابطہ بحال ہو گیا اور دوبارہ رابطہ کر کے مذکورہ چار سطریں ہیمپ سے لیں۔

خٹک: معافی چاہتا ہوں ٹیلی فون لائن میں شور کے باعث لائن دوبارہ بھی منقطع ہو سکتی ہے۔

ہیمپ: تو شکایت کر کے ٹھیک کروایئے' ہیلپ لائن نمبر دوں؟

خٹک: یہاں ہم جیسوں کی شکایت کوئی نہیں سنتا' یہ امریکا نہیں پاکستان کے شہر کراچی کا علاقہ اورنگی ٹاؤن ہے۔

ہیمپ: Wonderful

خٹک: بات دوبارہ شروع کیجئے۔

ہیمپ: پریسٹ سے گفتگو کے دوران آپ نے محمد (ﷺ) نامی کسی شخص کا ذکر کیا ہے۔ ان کا کیا تعارف ہے؟

خٹک: آپ کیمیا دان ہیں۔ جب آپ کسی عنصر کا ایٹمی نمبر معلوم کرتے ہیں تو اس کا مقابلہ کاربن کے سب سے ہلکے ہم جا سے کرتے ہیں جس کا ایٹمی نمبر 6 ہے اور ایٹمی میت 12 ہے۔ یعنی اس کا ماڈل مان لیا گیا ہے اور باقی سب عناصر کو کاربن کے مقابلے میں جانچتے ہیں۔ کیا ایسا ہی ہے؟

ہیمپ: جی ہاں!

خٹک: تو جناب! اللہ نے سب انسانوں کو صحیح طریقے سے زندگی گزارنے کے لئے قرآن نازل فرمایا۔ اس پر عمل کرنا انسان کا کام ہے۔ اب قرآن کے اصولوں سے 100 فیصد مطابق زندگی گزارنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو چن لیا۔ ان پر ہی یہ کتاب نازل ہوئی' اگر محمد ﷺ عمل نہ کرتے تو انسان قرآن کو ناقابلِ عمل کہتے۔ گویا وہ ہمارے رہبر اور ہمارے لئے عمل کا ایک معیار اور نمونہ ہیں۔ ان کے تمام طریقے سائنس کے اصولوں کے عین مطابق ہیں یا دوسرے لفظوں میں سائنس وہ علم ہے جس کی بات جب ثابت ہوتی ہے تو وہ اسلامی اصولوں کے عین مطابق نکلتی ہے۔

ہیمپ: ذرا وضاحت کریں' آپ کا قیمتی وقت لے رہا ہوں۔

خٹک: دیکھئے...... آپ سائنس دانوں کا کہنا تھا کہ جس گلاس میں کوئی پانی پی لے آپ اس کو دھو لیں اور پھر پانی پی لیں ورنہ گلاس کے جس حصے سے پینے والے کے ہونٹ چھوئے تھے وہاں سے جراثیم اگلے شخص تک پہنچ جائیں گے اور جو بیماری پہلے شخص کو تھی وہ دوسرے کو ہو جائے گی' کیا آپ اس بات کو مانتے ہیں؟

ہیمپ: جی ہاں ایسا ہی ہے۔

خٹک: لیکن ہم اسی گلاس میں پانی پیتے ہیں بغیر دھوئے' بس پینے کا طریق محمد ﷺ کا ہوتا ہے' ہم اس سے بیمار نہیں ہوتے۔

ہیمپ: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

خٹک: ہوتا یہی ہے۔ آپ کے سائنسدانوں کو چند سال پہلے معلوم ہوا کہ جھوٹا پانی پینے والا امراض سے محفوظ رہتا ہے۔

ہیمپ: کیسے؟

خٹک: سائنسدان کہتے ہیں کہ پہلے شخص کے ہونٹوں سے جب جراثیم دوسرے شخص کے جسم میں منتقل ہوتے ہیں تو ان جراثیم کا مقابلہ ہو جاتا ہے۔ جس سے دونوں قسم کے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں اور صحت اچھی ہو جاتی ہے۔ ان اندھے سائنسدانوں کے دماغ میں آخر کار وہ بات بیٹھ ہی گئی' جس کا حکم ہمارے رسول ﷺ نے آج سے 1400 سو سال پہلے ہی دے دیا تھا۔ یاد رہے کہ جراثیم انسان کو خواہ مخواہ بیمار نہیں کرتے جب تک انہیں حکم نہ ملے۔ سائنس ذرا اور Update ہو گئی۔ قرآن پہلے ہی Final Update ہے۔

ہیمپ: ہاں کچھ جراثیم کرتے ہیں اور کچھ نہیں' میں نے میڈیکل سائنس نہیں پڑھی' لیکن اتنا جانتا ہوں۔ جراثیم انسان کو بیمار کرتے ہیں' صفائی ضروری ہے' اس لئے تو میں جراثیم کش صابن سے نہاتا ہوں۔

خٹک: اسلام میں صفائی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے اور یہ بہت ضروری ہے' لیکن جراثیم خود کسی کو بیمار نہیں کرتے' انہیں جب تک آرڈر نہ ملے۔

ہیمپ: جراثیم بھلا کس کی بات سنتے ہیں۔

خٹک: جس نے انہیں پیدا کیا ہے' یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں۔

ہیمپ: میں کیسے مان لوں؟

خٹک: آپ مجھے اس سوال کا جواب دیں کہ ہمارے یہاں گندگی صاف کرنے والے صاحبان جہاں گندے پانی میں سانس روکے بغیر' کسی حفاظتی لباس کے بغیر ڈوب کر گٹر صاف کر دیتے ہیں۔ وہ نہ تو کسی جراثیم کش صابن سے نہاتے ہیں اور نہ ہی جراثیم سے ڈرتے ہیں۔ وہ جراثیم میں ڈوب کر کام کرتے ہیں لیکن بیمار نہیں ہوتے بلکہ مجھ سے زیادہ موٹے اور صحت مند ہوتے ہیں۔ یہ بتائیں کہ جراثیم انہیں کیوں بیمار نہیں کرتے؟ مرض اور شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جراثیم تو ایک محکوم مخلوق ہیں اس کی باتیں تو ختم نہیں ہوتیں' ڈاکٹر کہیں گے کہ مرض کے خلاف مدافعت زیادہ ہوتی ہے۔

ہیمپ: ٹھیک ہے۔ یعنی جراثیم خود مختار نہیں بلکہ اللہ کا حکم مانتے ہیں۔ اب میں پاکستان ضرور جاؤں گا' لیکن یار میں امریکی ہوں' مسلمان دہشت گرد مجھے مار ہی نہ ڈالیں۔

خٹک: (مسکراتے ہوئے) پاکستان نہ آئیں۔ یہاں تحفظ عام شہری کے لئے نہیں ہوتا' مسلمان کبھی کسی بے گناہ کو نہیں مارتے' پڑوسی ملک کا کوئی ایجنٹ آپ کو مار دے گا' پھانسی مجھے ہو گی اور بدنام مسلمان ہوں گے۔ ویسے بھی آپ کی حکومت مسلمان ملکوں پر حملے کا بہانہ تلاش کرتی ہے۔ آپ کی حکومت کا مشورہ بھی یہی ہے۔

ہیمپ: آپ امریکا کیوں نہیں آ جاتے؟ کیا امریکی گورے لوگ پسند نہیں؟

خٹک: سوچوں گا' امریکی عوام بہت اچھے اور معصوم ہیں' مجھے ان کی ایک بات بہت پسند ہے' ان میں '' میں نہ مانوں'' والے بہت کم ہیں اور امریکی مسلمانوں میں منافق بہت کم ہیں۔ میڈیا زہر اگلنا بند کر دے تو روزانہ ایک ہزار کی بجائے ایک لاکھ مسلمان ہوں۔

ہیمپ: میں اب قرآن کا مطالعہ شروع کر رہا ہوں۔ دوبارہ کب ملیں گے؟ آپ کی Chatt timings کیا ہیں؟

خٹک: جب لوڈشیڈنگ ختم ہو' فون لائن میں شور نہ ہو۔

ہیمپ: Wonderful

خٹک: ان شاء اللہ ملاقات ہوتی رہے گی' ماریہ کو سمجھائیں۔

ہیمپ: (مسکراتے ہوئے) ارے یار ''میں نہ مانوں'' کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ آپ کہتے ہیں تو کوشش کروں گا' لڑکیوں میں عقل کہاں ہوتی ہے یار۔

ماریہ: ہاں ہاں! عقل تو ساری مردوں میں ہوتی ہے نا' خیر یہ امریکا ہے' اظہار رائے کی مکمل آزادی ہے۔

خٹک: (مسکراتے ہوئے) آپ لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ اللہ حافظ

ہیمپ: مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ (سچ) مسلمان بہت اچھے ہوتے ہیں۔ اللہ حافظ۔

ماریہ: (مسکراتے ہوئے) لیکن مجھے بالکل خوشی نہیں ہوئی' لیکن پھر بھی Good By۔

(جاری ہے)

پریس ریلیز

یہود شیطان کے ایجنٹ بن کر انسانوں کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں

عراق کے بعد امریکہ کا اگلا ہدف پاکستان ہوگا' امریکہ میں پاکستانیوں کی تذلیل وتوہین اسی کا نقطہ آغاز ہے

اُمت مسلمہ اس وقت تاریخ کے بڑے خطرناک مرحلے سے گزر رہی ہے : ڈاکٹر اسرار احمد

یہود شیطان کے ایجنٹ بن کر انسانوں کو شرف انسانیت سے محروم کر کے اپنی غلامی کے شکنجے میں جکڑ لینا چاہتے ہیں۔ یہ بات بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے قرآن آڈیٹوریم میں 12 جنوری کو اپنے ہفتہ وار درس قرآن کے بعد حالات حاضرہ کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ اس وقت تاریخ کے بڑے خطرناک مرحلے سے گزر رہی ہے اور قیامت سے قبل وہ معرکہ روح و بدن یعنی بڑی جنگ اب بہت قریب ہے جسے احادیث میں الملحمۃ العظمٰی اور انجیل میں آرمیگاڈان کہا گیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ شیطان حسد کی بنا پر اولاد آدم کا دشمن بنا تھا۔ اور یہود کی اسلام دشمنی کے پس پردہ بھی حسد ہی کارفرما ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد یہود کو ان کی بداعمالیوں کے سبب امامت الناس کے منصب سے معزول کر کے جب امت مسلمہ کو یہ اعزاز سونپا گیا تو وہ شیطان کے بعد امت مسلمہ کے دوسرے بڑے دشمن بن گئے۔ یہود کی سازشوں اور ہماری اپنی بداعمالیوں کا ہی نتیجہ ہے کہ اب امریکہ ایک ایک کر کے تمام اسلامی ممالک کو نشانہ بنانے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے اور ہم ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عراق کے بعد امریکہ کا اگلا ہدف پاکستان ہوگا جس کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو چکے ہیں۔ امریکہ میں پاکستانیوں کی تذلیل وتوہین اسی کا نقطہ آغاز ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ امت مسلمہ اور پاکستان کے لئے اس ذلت ورسوائی سے بچنے کی ایک راہ ہے کہ اگر ہم کسی ایک ملک میں اسلامی نظام قائم کر کے اپنی ذمہ داری پوری کر دیں تو اللہ کی تائید ونصرت ہمارے شامل حال ہو جائے گی اور پھر امریکہ یا اسرائیل ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

☆☆☆

پاکستان کی مثال بھارت اور امریکہ کے درمیان ایک سینڈوچ کی سی ہو گئی ہے

امت مسلمہ اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں مختلف مصائب کا شکار ہے: شاہد اسلم

پاکستان اس لئے بنا تھا کہ یہاں اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہوگا لیکن قیام پاکستان کے بعد دین سے بے وفائی کے باعث آج ہمارا یہ حال ہے کہ ہم آزاد ہوتے ہوئے بھی غلام ہیں۔ آج غیر ملکی ایجنسیاں ہمارے گھروں میں گھس کر جسے چاہے اٹھا لے جائیں' ہم آنسو بہانے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ ایک طرح سے اللہ کے دین کو یہاں قائم نہ کرنے کی سزا ہے۔ ان خیالات کا اظہار نائب ناظم دعوت وتربیت تنظیم اسلامی شاہد اسلم نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں اپنے 10 جنوری کے خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت مسلمانان عالم بالعموم اور اہل پاکستان بالخصوص اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں مختلف مصائب کا شکار ہیں۔ پاکستان کی مثال تو امریکہ اور بھارت کے درمیان ایک سینڈوچ کی سی ہو گئی ہے اور افغانستان کے بعد اب پاکستان کو ہدف بنا لیا گیا ہے۔ ان حالات میں کرنے کا کام یہی ہے کہ ہم توبہ کریں اور اللہ اور اس کے دین سے وفاداری کا راستہ اختیار کریں۔ بصورت دیگر عالم کفر کا مقابلہ کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

قرآن کا اجتماعی مطالعہ

بنیادی اصول اور تقاضے

خرم مراد

فہم قرآن کی جستجو میں ضروری ہے کہ آپ حق کے متلاشی دوسرے افراد کے ہمراہ شریک سفر بن جائیں۔ یہ تو ضروری ہے کہ آپ انفرادی طریقے پر قرآن مجید کا مطالعہ کرتے رہیں' لیکن جب آپ قرآن کے مفہوم اور مطالب کی تلاش اور جستجو کرنے والے دوسرے اہل ایمان کے ساتھ مل کر اجتماعی مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کے استفادے کے ثمرات دگنا ہو جاتے ہیں۔ اجتماعی مطالعے میں دل و دماغ کی قوت اخذ بڑھ جاتی ہے اور وہ زیادہ صحیح طریقے سے مفہوم اور مطالب کو اپنی گرفت میں لے آتے ہیں۔

جس طرح باہمی رفاقت میں آپ قرآن کے زیر سایہ زندگی بسر کرتے ہیں اسی طرح باہمی رفاقت میں قرآن کے تقاضے پورے کرنے کا مرحلہ بھی آسانی سے طے ہو جاتا ہے۔ اس طرح عمل پیرا ہونے اور تقاضے پورے کرنے سے آپ قرآن کی برکتوں سے پوری طرح مستفید ہو سکتے ہیں اور فہم قرآن کے دروازے بھی زیادہ کھل جاتے ہیں۔

قرآن کا تخاطب خصوصیت کے ساتھ جماعت سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے نزول وحی کے ساتھ ہی ایک ایسی جماعت قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی جس کا مرکز اور محور قرآن ہو۔ ساری زندگی اور زندگی کا ہر لمحہ آپؐ نے اس مقصد کے لئے صرف کر دیا۔ اقراء کے حکم کے ساتھ ہی ﴿قم فانذر﴾ (اٹھو اور ڈراؤ) کا حکم بھی نازل ہوا۔ اسی طرح جہاں یہ حکم نازل ہوا: اے نبیؐ تمہارے رب کی کتاب میں سے جو کچھ تم پر وحی کیا گیا ہے' اس کی تلاوت کرو (پڑھو اور پھیلاؤ) (الکہف 27:18) تو اس کے متصل ہی دوسری آیت میں یہ حکم نازل ہوا: اور اپنے دل کو ان لوگوں کی معیت پر مطمئن کرو جو اپنے رب کی رضا کے طلبگار بن کر صبح و شام اسے پکارتے ہیں' اور ان سے ہرگز نگاہ نہ پھیرو۔ (الکہف 28:18)

قرآن کی یہ آیات واضح اور موثر انداز میں قرآن کی تلاوت اور ایک متحد و مربوط گروہ (معاشرہ) قائم کرنے کے درمیان ربط قائم کر رہی ہیں۔

کوئی نماز بغیر قرآن پڑھے مکمل نہیں ہوتی' اور کوئی نماز بلا عذر شرعی بغیر جماعت کے ادا نہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ نماز میں قرآن مجید کے پڑھنے کا کیا فائدہ' جب اس کو نہ سنا جائے' نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اس پر غور کیا جائے؟ ظاہر ہے کہ باجماعت نماز میں تلاوت قرآن اجتماعی فہم قرآن کا موقع ہے' اور اس طرح قرآن فہمی کا مقصد دن میں پانچ مرتبہ اجتماعی طریقے سے حاصل کیا جاتا ہے۔

قرآن کی دعوت کو سارے انسانوں تک پہنچانے کا تقاضا بھی یہی مطالبہ کرتا ہے کہ قرآن کو اجتماعی طور پر پڑھا جائے اور سمجھا جائے۔ لفظ ''تلاوت'' جب حرف ''علی'' کے ساتھ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے: سنانا' پہنچانا' نشر کرنا' اشاعت کرنا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنا نبوت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے اور اسی لئے امت مسلمہ کے مقاصد میں بھی شامل ہے۔

اسی طرح قرآن مجید بالواسطہ یہ ہدایت دیتا ہے کہ اس کو گھروں اور خاندانوں میں پڑھا جائے (نبی کی بیویو! یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کی ان باتوں کو جو تمہارے گھروں میں سنائی جاتی ہیں۔ احزاب: 34:33)

جو لوگ اس لئے جمع ہوتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کریں اور اس کا مطالعہ کریں' وہ مبارک ہیں۔ ان پر اللہ کے فرشتے اللہ کی رحمت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔

نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

''جب بھی لوگ اللہ کے گھروں میں جمع ہوتے ہیں' قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اس کو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر پڑھنے اور پڑھانے کے لئے' ان پر برکت نازل ہوتی ہے' رحمت ان کو گھیرے میں لے لیتی ہے' فرشتے ان پر سایہ کرتے ہیں اور اللہ اپنی محفل میں ان کا ذکر کرتا ہے۔'' (مسلم)

اس لئے قرآن کو تنہا پڑھ کر مطمئن نہ ہونا چاہئے بلکہ دوسرے متلاشیان حق کو جمع کر کے اجتماعی طور پر یہ کام انجام دینا چاہئے۔

اجتماعی مطالعے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں:

1۔ جب ایک مختصر سا گروہ ایک جگہ جمع ہو کر اس طرح قرآن کا مطالعہ کرتا ہے کہ ہر شریک اس مطالعے میں سرگرمی سے حصہ لے' خواہ عالم ہو یا نہ ہو۔ ایک فرد بہر حال زیادہ علم والا ہونا مفید ہے جو ان کی رہنمائی کرے۔ اس کو ہم حلقہ کہیں گے۔

2۔ جب ایک چھوٹا یا بڑا گروہ ایک جگہ جمع ہوتا ہے اور کسی عالم کا درس سنتا ہے (اس میں سامعین صرف سوالات کر سکتے ہیں) اس کو ہم درس کہیں گے۔

تاہم یہ بات واضح ہو جانی چاہئے کہ حلقہ کس طرح چلایا جاتا ہے' اور درس کی تیاری کس طرح کی جاتی ہے۔ یہاں ہم صرف عملی ہدایات پر گفتگو کریں گے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس کام کے لئے نہ کوئی معین معیار ہو سکتا ہے اور نہ ہی کوئی معین طریقہ کار۔ مختلف افراد اپنا خاص انداز اور خاص طریقہ کار اختیار کر سکتے ہیں۔ درج ذیل ہدایات دراصل اشارات ہیں جن کو مخصوص حالات اور اپنی استعداد کے مطابق اختیار کیا جا سکتا ہے۔

چار بنیادی ضابطے

اجتماعی مطالعے کے لئے چار بنیادی ضابطے ضروری ہیں:

1۔ حلقہ میں شرکت یا درس کی ذمہ داری کا حق ادا کرنے کے لئے پوری طرح تیاری کرنا چاہئے۔ سرسری نظر ڈال لینے سے تیاری نہیں ہوتی۔ تیاری کرنے کو آخری لمحے تک موخر کرتے چلے جانا بھی درست نہیں۔ یہ غلط فہمی نہیں ہونا چاہئے کہ ایک نظر ڈالنے سے سب کچھ یاد آ جائے گا۔ قرآن کے متعلق کوئی بات بغیر غور و فکر کے زبان سے نہیں نکالنا چاہئے۔ زیادہ مناسب طریقہ یہ ہے کہ اس سلسلے میں آپ نے جو مطالعہ کیا ہے اور آپ جو کہنا چاہتے ہیں' اس کو نوٹ کر لیں۔

2۔ آپ خواہ مبتدی ہوں یا صاحب علم' آپ درس دے رہے ہوں یا حلقہ میں شرکت کر رہے ہوں' بہر کیف آپ اپنے طور پر ان حصوں کا مطالعہ ضرور کریں جو حلقہ یا درس کا موضوع ہوں۔

3۔ ہمیشہ اپنی نیت خالص رکھئے۔ یعنی یہ کہ مقصد قرآن کو سمجھنا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے' اور یہ سب اس لئے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔

4۔ اجتماعی مطالعہ تفریح کے لئے' یا علمی نکات بیان کرنے کے لئے' یا بحث و تکرار کے لئے نہیں ہونا چاہئے۔ مطالعہ قرآن کا نتیجہ اتباع قرآن کی شکل میں ظاہر ہونا چاہئے اور اس دعوت کو پھیلانے کی لگن بھی پیدا ہونا چاہئے جو قرآن اپنے قاری کے سپرد کرتا ہے۔

درس کی تیاری

اجتماعی درس کے لئے مندرجہ ذیل ہدایات معاون ثابت ہوں گی:

1۔ سب سے پہلے سامعین کی نوعیت اور استعداد کے متعلق

صحیح اندازہ لگانا چاہئے۔ ان کا علم' ان کی فہم وفراست' ان کا درجہ ایمان' ان کے تفکرات اور پریشانیاں اور ان کی خواہشات وضروریات کیا ہیں؟

2۔ پھر سامعین کو سامنے رکھ کر موزوں آیات کا انتخاب کرنا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کے پاس چند آیات کی تیاری موجود ہے' بس اس کو پیش کر دیا' خواہ اس کا تعلق سامعین کے حالات اور تقاضوں سے ہو یا نہ ہو۔

3۔ اسی طرح زبان' طرز بیان' اظہار بیان میں بھی سامعین کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے۔

4۔ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کیجئے کہ وہ آپ کو توفیق بخشے کہ آپ قرآن کا صحیح مفہوم پا سکیں اور اسے سامعین کے سامنے بیان کر سکیں۔

5۔ پہلے آیات کا مطالعہ کیجئے اور نوٹس تیار کیجئے۔ یہ سوچئے کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں' پورا مضمون کس ترتیب سے پیش کرنا چاہتے ہیں' آغاز کس طرح کریں گے اور اختتام کیسے ہوگا؟

6۔ وقت کا پورا لحاظ رکھئے۔ معین وقت سے زیادہ ہرگز آگے نہ بڑھئے' خواہ آپ کے ذہن میں کتنے ہی قابل قدر نکات موجود ہوں اور آپ کو ان کو پیش کرنے کا شوق بھی ہو۔ آپ کے ذہن میں یہ بات رہنا چاہئے کہ سامعین کے یاد رکھنے کی صلاحیت محدود ہوتی ہے۔ وہ آپ کے علم وفضل کے مداح تو بن جائیں گے مگر آپ سے زیادہ سیکھیں گے نہیں۔

طویل حصے کو مختصر سے وقت میں بھی بیان کیا جاسکتا ہے اور مختصر سے حصہ کو طویل وقت میں بھی۔ یہ سب اس بات پر منحصر ہے کہ آپ زیر درس آیات سے درحقیقت سامعین کو سنانا کیا چاہتے ہیں۔

7۔ آخر میں درس کا پیغام واضح الفاظ میں سامعین کے سامنے پیش کر دیجئے تاکہ وہ ان کے ذہنوں میں محفوظ رہے' اور وہ اس پر غور کرتے رہیں۔ اس پیغام کا تعلق آیات زیر درس کے مرکزی مضمون سے ہونا چاہئے۔

درس دینے کا طریقہ

1) درس دیتے ہوئے صرف دو مقاصد پیش نظر ہونے چاہئیں:

(ا) اللہ کا کلام اللہ کے بندوں کو سنانے سے صرف اللہ کی رضا مقصود ہو۔

(ب) قرآن کا پیغام واضح انداز میں اور مؤثر زبان میں پیش ہونا چاہئے۔

2) یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے کہ وہ قرآن کا پیغام آپ کی زبان سے سامعین کے دل و دماغ میں اتار دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ محتاجی کی س نسبت سے آپ کی اپنی یہ ذمہ داری کم نہیں ہو جاتی کہ پ کما حقہ تیاری کریں' اور بہترین طریقے سے درس دینے ی کوشش کریں۔ قرآن کے پیغام کو زندہ اور متحرک پیغام کے طور پر پیش کریں اور پیغام کا تعلق وقت کے حالات سے اور مسائل سے جوڑتے چلے جائیں تاکہ اس کی اہمیت واضح ہو۔

طرز ادا کی تاثیر کا انحصار اس پر نہیں ہے کہ آپ کا بیان فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار کا حامل ہو۔ سیدھے سادے انداز میں بیان کیجئے تو زیادہ مؤثر ہوگا۔ اصل اہمیت آپ کی نیت اور آپ کی تیاری کی ہے۔

3) پہلے سامعین کے سامنے ساری آیات کی تلاوت کریں' پھر ترجمہ سنائیں' پھر تشریح و تفسیر بیان کریں۔ آیات کو دوبارہ پڑھ کر تشریح کریں یا نہ کریں' یا پہلے ایک مختصر تمہید بیان کر دیں' پھر ایک ایک آیت کی تشریح کرتے جائیں۔ جتنا وقت آپ کے پاس ہو' اسی کے پیش نظر آپ اپنے لئے کوئی طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔ اگر وقت مختصر ہو تو تمام آیات کا آغاز میں تلاوت کرنا بھی ضروری نہیں۔ یہ وقت سامعین کی توجہ مبذول کرانے اور ان کو تیار کرنے میں صرف کریں کہ کیا چیز ان کے سامنے پیش کی جانے والی ہے۔

4) ایک ایک آیت لیں' یا چند آیات اکٹھی' جیسے چاہیں ترجمہ اور تشریح بیان کریں۔ اصل چیز یہ ہے کہ آپ کے بیان سے سامعین پر یہ بات واضح ہو جانی چاہئے کہ یہ مربوط بیان ہے اور ایک آیت سے دوسری آیت کا مضمون پیدا ہو رہا ہے۔

5) اختتام پر خلاصہ اور نتیجہ ضرور پیش کرنا چاہئے۔ اگر وقت باقی ہو تو تمام آیات کو دوبارہ پڑھ کر ان کا ترجمہ سنانا بھی مفید ہو سکتا ہے۔ اس طرح قرآن کی آیات کے ترجمے سے درس کا ربط سامعین کے ذہن میں مستحضر ہو جائے گا۔

6) آپ اپنا بیان نہ پیش کریں' قرآن کی آیات خود بولیں۔ تفسیر کے بغیر بھی قرآن بڑی تاثیر رکھتا ہے' خاص طور پر اہل زبان کے لئے۔ بیچ بیچ میں ضرورت سے زیادہ اپنی آراء کو داخل کرنا دراصل قرآن کو بولنے سے روک دینے کے مترادف ہے۔ لمبی لمبی تشریحوں کا نقصان یہ ہے کہ سامع کا ذہن تشریح میں گم ہو جاتا ہے' اور آیات کے مطلب پر اس کی توجہ نہیں رہتی۔ اس لئے تشریح مختصر ہو۔ جہاں ضروری ہو جائے وہاں اگر بیان طویل ہو' تب بھی بار بار آیت دہرا کر اس سے ربط قائم رکھنا ضروری ہے۔ کوشش یہ کیجئے کہ قرآن اور سامعین کے اذہان کے درمیان فاصلہ نہ پیدا ہو۔

7) قرآن کے نمونے اور انداز پر اپنا درس پیش کرنے کی کوشش کیجئے۔ کامیابی کا یہ سب سے بہتر طریقہ ہے۔ آغاز میں کچھ دشواری محسوس ہوگی مگر بتدریج راہ آسان ہو جائے گی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ قرآن کو بار بار پڑھا جائے' اس کے حصے ازبر کئے جائیں اور اس کے اسلوب بیان کو جذب کیا جائے۔

قرآنی اسلوب کے درج ذیل حقائق آپ کو معلوم ہونے چاہئیں:

(ا) یہ دل و دماغ' عقل اور جذبات یعنی کل انسان کو خطاب کرتا ہے۔

(ب) اس کا تخاطب شخصی ہے' بالراست ہے' مختصر ہے اور اس میں فکری انگیخت پائی جاتی ہے۔

(ج) اس کی زبان اور بیان بھی اتنا ہی زوردار ہے جتنا اس کا پیغام زوردار ہے۔ یہ سیدھا دل پر اثر انداز ہوتا ہے۔

(د) یہ ایسے دلائل دیتا ہے جو سامعین آسانی سے سمجھ سکیں۔ یہ دلائل روزمرہ کی زندگی اور مشاہدہ سے فراہم کئے جاتے ہیں۔ یہ زود فہم ہوتے ہیں۔ یہ تخیلی' تجریدی یا منطقی نہیں ہوتے۔

8) تجریدی انداز نہ اختیار کیجئے' نہ فلسفہ بنا کر پیش کیجئے بلکہ قرآن کی دعوت کو زندہ و متحرک بنا کر پیش کیجئے۔ قرآن کا پیغام پہنچانے میں نظم اور کسی قدر تصورات کا استعمال بھی ضروری ہے۔ اس کے لئے عام فہم زبان استعمال کیجئے تاکہ ہر شخص سمجھ سکے۔

9) عمل کی دعوت دینا' تجدید عہد کرانا' عزم نو پیدا کرنا' آپ کے درس کا لازمی حصہ ہونا چاہئے۔ تاریخ کا ذکر ہو یا مظاہر فطرت کا تذکرہ' کوئی امر و نہی ہو یا کوئی بیان اور مکالمہ ہو' ہر حال میں درس پیش قدمی کرنے' اطاعت کرنے اور عمل کرنے پر ابھارنے میں معاونت کرے۔

10) قرآن سے اپنے نظریات نہ نکالیں' بلکہ اپنے نظریات قرآن کے تابع بنائیں۔

11) بیان ایسا ہو کہ قرآن سامعین کے دل میں اتر جائے۔ قران کی قدر و قیمت اور محبت دلوں میں پیدا ہو جائے۔ احسان مندی اور شکر گزاری کے جذبات دل میں موجزن ہوں۔ درس میں ان مقاصد کا حصول پیش نظر رہنا چاہئے۔

12) سامعین کے ردعمل پر بھی توجہ دیتے رہنا چاہئے۔ ان کے ردعمل کی روشنی میں اپنی گفتگو کو مختصر یا ختم' یا کوئی نئی بات جس کی ضرورت ہو' جیسا حالات کا تقاضا ہو' وہ کرنا چاہئے۔

صاحب درس کو اپنا منفرد طریقہ کار' طرز بیان اور اسلوب بیان پیدا کرنا چاہئے۔

ھدانا اللہ وایاکم لھذا القرآن الحکیم

ونحن علی ذلک من الشھدین

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور آپ کو اس قرآن سے ہدایت دی ہے اور ہم اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہیں۔

(انگریزی کتاب Way To the Qur'an کے ایک باب کا ترجمہ)

انتقال پر ملال

ناظمہ تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کراچی کی والدہ محترمہ کا قضائے الٰہی سے انتقال ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ آمین

کیا مردوں کی عقل پہ پردہ پڑ گیا؟

(ایک پاکستانی مسلمان کی فریاد)

عورت کو غیر محرم سے پردہ اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ۔ غیر محرم وہ ہے جس سے نکاح جائز ہو۔ ہم نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ فریضہ الٰہی سمجھ کر خود ادا کرتے ہیں۔ مگر پردہ کو اسلام کے ارکان سے ہی خارج کر دیا ہے۔ ہماری بہو بیٹیاں بے پردہ ہوتی جا رہی ہیں۔ کالج سکولوں میں جوان بچیاں اور معلمات بے پردہ جاتی ہیں۔ اُسی وقت جوان لڑکے سکولوں کالجوں میں جاتے ہیں۔ جو جو حرکات ہوتی ہیں کسی سے مخفی نہیں۔ دیکھ کر رونا آتا ہے۔ اللہ کرے آپ کو بھی رونا آئے۔

ایک بار اگر کسی کی نظر غیر محرم پر اچانک پڑ جاتی ہے تو معاف ہے دوسری بار دیکھے گا تو قانون کی گرفت میں آ جائے گا۔ اب جبکہ عورتیں ہر طرف بے پردہ پھر رہی ہیں' نظر بد سے کیسے بچ سکتی ہیں۔ ہر عورت یا طالبہ گھر سے جب نکلتی ہے تو بن سنور کر نکلتی ہے۔

اچھی صورت بھی کیا بُری شے ہے
جس نے ڈالی بُری نظر ڈالی

عورت اگر صحن میں نماز پڑھتی ہے تو بہتر ہے برآمدہ میں پڑھے' اس سے بہتر دالان میں پڑھے' اس سے بھی بہتر ہے وہ کوٹھری میں پڑھے۔ عورت کی قرآن کریم پڑھنے کی آواز غیر محرم تک نہیں پہنچنی چاہئے۔

قرآن کریم اور نبی اکرم ﷺ کے فرمان ہمارے لئے ضابطہ حیات ہیں۔ ہمیں ان کی موجودگی میں حکومت سے توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ ہم پر اسلام نافذ کرے۔ حکومتیں امریکہ یعنی یہودیوں کی تابع ہیں اور یہودی کبھی بھی نہیں چاہتا کہ مسلمان سر اُٹھائے اور اس کے اندر ایمان کا جذبہ پیدا ہو۔ ہم نے اپنے اوپر اسلام خود نافذ کرنا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ

''ہر شخص حاکم ہے اور اس سے اپنی اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔''

خلیفہ ہارون الرشید حضرت بہلول دانا سے عرض کرنے لگے مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ فرمایا تیل کا کڑاہا تپائیں۔ اُن کے فرمان کے مطابق جب تیل پکنے لگا تو آپؒ نے ایک پیر تیل میں ڈالا اور باہر نکل آئے۔ پیر جھلس گیا۔ سب لوگ پیر جھلنے کی وجہ سے پریشان ہو گئے۔ آپؒ نے فرمایا سمجھ لو کہ یہ حشر کا میدان ہے۔ ہر شخص نے اس میں کھڑے ہو کر حساب دینا ہے۔ میں نے اپنی ذات کا حساب دینا ہے۔ آپ نے اپنی بادشاہت کا دینا ہے۔ کنبہ کی ذمہ داری گھر کے سربراہ پر آتی ہے کہ آیا گھر کے افراد اللہ اور رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں یا گمراہ ہیں ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

گویا گھر کے سربراہ کا فرض ہے بہو بیٹیوں سے پردہ کرائے۔ میری پہلی بچی جب سیانی ہوئی تو اس کی ماں سے کہا کہ برقعہ سلا دو۔ تین چار روز کوئی غور نہیں ہوا۔ بچی کو سکول سے روک لیا گیا' برقعہ ہوگا تو سکول جائے گی۔ برقعہ سل گیا اسی طرح پانچوں بچیوں کو پردہ کرایا۔ تین بچیاں بیک وقت گورنمنٹ گرلز سکول لالہ موسیٰ میں تھیں۔ بتا رہی تھیں کہ تین بہنیں ہم اور ایک مولوی عبدالرشید صاحب خطیب جامع مسجد ریلوے کی بیٹی برقعہ سے سکول آتی ہیں' باقی تمام استانیاں اور طالبات بغیر برقعہ کے ہوتی ہیں۔ اتنی عریانی' شرم کا مقام ہے۔ ایک تو شریعت کی خلاف ورزی ہے' دوسرے بچیوں کو بنا سنوار کر یا میک اپ کرا کے لوگوں کی نظروں کا شکار بنایا جاتا ہے۔

میں گزارش کروں گا کہ ہر شخص اسی طرح اپنے گھر میں پردہ کو رواج دے تا کہ اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری ہو اور عریانی اور فحاشی کا خاتمہ ہو۔

ستر عورت سر سے پاؤں تک ہے برقع پورا اوڑھنا چاہئے اسکارف پردے کی ضرورت پوری نہیں کرتا۔

حکومت نے عورتوں کو 33 فیصد کوٹہ دیا ہے کہ مردوں کے شانہ بشانہ اسمبلیوں میں بیٹھیں گی۔ یہ ان عورتوں کے لئے ہے جو دین سے بیزار اور پردہ کو ظلم سمجھتی ہیں۔ مسلمان عورتوں کا یہ کام نہیں کہ وہ اسمبلیوں کے لئے اُمیدوار بنیں یا اِن کو ووٹ دیں۔ میں آپ سے یہ تعاون حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ آئندہ اپنے گھروں میں پردہ کو اسی طرح فرض سمجھ کر رائج کریں گے جیسے نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ۔

جس طرح **فاتو بسورۃ من مثلہ** کے جواب میں عرب کے تمام فصحا اور زبان دان عاجز آ گئے اسی طرح پردے کے احکامات کا بھی کسی کے پاس کوئی توڑ نہیں۔ ان کا انکار کرنے والا کافر اور نہ کرنے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔

جواب کون دے گا؟

''فحاشی'' سے کیا مراد ہے؟

جب کبھی محب وطن لوگوں کی طرف سے ٹی وی پروگراموں سے فحاشی و عریانی ختم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو ان لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ فحاشی سے کیا مراد ہے! اس ضمن میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن کی جلد دوئم کے صفحہ نمبر ۵۶۶ پر (سورۃ النحل کی آیت نمبر ۹۰ کی تشریح میں) فحاشی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''اوپر کی تین بھلائیوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تین برائیوں سے روکتا ہے' جو انفرادی حیثیت سے افراد کو اور اجتماعی حیثیت سے پورے معاشرے کو خراب کرنے والی ہیں۔ پہلی چیز فحشاء ہے۔ اس کا اطلاق تمام بیہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے۔ ہر وہ برائی جو اپنی ذات میں نہایت قبیح ہو' فحش ہے۔ مثلاً بخل' زنا' برہنگی و عریانی' عمل قوم لوط' محرمات سے نکاح' چوری' شراب نوشی' بھیک مانگنا' گالیاں بکنا اور بدکلامی کرنا وغیرہ۔ اسی طرح علی الاعلان برے کام کرنا اور برائیوں کو پھیلانا بھی فحش ہے۔ مثلاً جھوٹا پروپیگنڈہ' تہمت تراشی' پوشیدہ جرائم کی تشہیر' بدکاریوں پر ابھارنے والے افسانے اور ڈرامے اور فلمیں' عریاں تصاویر' عورتوں کا بن سنور کر منظر عام پر آنا' مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط ہونا اور سٹیج پر عورتوں کا ناچنا اور تھرکنا اور ناز و ادا کی نمائش کرنا وغیرہ۔''

اب ذرا ٹی وی کے کرتا دھرتا اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور بتائیں کہ یہ ہر روز ٹی وی ڈراموں میں میک اپ کرکے لڑکے لڑکیوں کا آپس میں عشق کرنا' ایک دوسرے کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا' لڑکیوں کا غیر مردوں کی محبوبائیں اور بیویاں بننا' ننگے سر اور گلے میں دوپٹہ لٹکا کر سٹیج پر آنا' عشقیہ گانے گانا' آپس میں ٹھٹھا اور ہنسی مذاق کرنا' مجرے سجانا' قصداً مختلف زاویوں سے نسوانی حسن کی نمائش کرنا...... کیا یہ سب کچھ فحاشی نہیں ہے؟ کیا یہ ہر روز ٹی وی پر عریاں اردو اور انگریزی فلمیں' ایکٹنگ اور گانے بجانے کے مقابلے' فلموں کے ڈانس والے حصے' ناز و ادا سے بھرپور ماڈلنگ فحاشی نہیں پھیلا رہے ہیں؟ کیا ٹی وی کے یہ پروگرام ہمارے نوجوانوں کو جنسی بے راہروی کی طرف نہیں لے جا رہے ہیں؟

(سید مظہر علی ادیب)

کیا مردوں کی عقل پہ پردہ پڑ گیا؟

(ایک پاکستانی مسلمان کی فریاد)

عورت کو غیر محرم سے پردہ اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ۔ غیر محرم وہ ہے جس سے نکاح جائز ہو۔ ہم نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ فریضہ الٰہی سمجھ کر خود ادا کرتے ہیں۔ مگر پردہ کو اسلام کے ارکان سے ہی خارج کر دیا ہے۔ ہماری بہو بیٹیاں بے پردہ ہوتی جا رہی ہیں۔ کالج سکولوں میں جوان بچیاں اور معلمات بے پردہ جاتی ہیں۔ اُسی وقت جوان لڑکے سکولوں کالجوں میں جاتے ہیں۔ جو جو حرکات ہوتی ہیں کسی سے مخفی نہیں۔ دیکھ کر رونا آتا ہے۔ اللہ کرے آپ کو بھی رونا آئے۔

ایک بار اگر کسی کی نظر غیر محرم پر اچانک پڑ جاتی ہے تو معاف ہے دوسری بار دیکھے گا تو قانون کی گرفت میں آ جائے گا۔ اب جبکہ عورتیں ہر طرف بے پردہ پھر رہی ہیں' نظر بد سے کیسے بچ سکتی ہیں۔ ہر عورت یا طالبہ گھر سے جب نکلتی ہے تو بن سنور کر نکلتی ہے۔

اچھی صورت بھی کیا بُری شے ہے
جس نے ڈالی بُری نظر ڈالی

عورت اگر صحن میں نماز پڑھتی ہے تو بہتر ہے برآمدہ میں پڑھے' اس سے بہتر دالان میں پڑھے' اس سے بھی بہتر ہے وہ کوٹھری میں پڑھے۔ عورت کی قرآن کریم پڑھنے کی آواز غیر محرم تک نہیں پہنچنی چاہئے۔

قرآن کریم اور نبی اکرم ﷺ کے فرمان ہمارے لئے ضابطہ حیات ہیں۔ ہمیں ان کی موجودگی میں حکومت سے توقع نہیں رکھنی چاہئے کہ ہم پر اسلام نافذ کرے۔ حکومتیں امریکہ یعنی یہودیوں کی تابع ہیں اور یہودی کبھی بھی نہیں چاہتا کہ مسلمان سر اُٹھائے اور اس کے اندر ایمان کا جذبہ پیدا ہو۔ ہم نے اپنے اوپر اسلام خود نافذ کرنا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ

''ہر شخص حاکم ہے اور اس سے اپنی اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔''

خلیفہ ہارون الرشید حضرت بہلول دانا سے عرض کرنے لگے مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ فرمایا تیل کا کڑاہا تپائیں۔ اُن کے فرمان کے مطابق جب تیل پکنے لگا تو آپؒ نے ایک پیر تیل میں ڈالا اور باہر نکل آئے۔ پیر جھلس گیا۔ سب لوگ پیر جھلنے کی وجہ سے پریشان ہو گئے۔ آپؒ نے فرمایا سمجھ لو کہ یہ حشر کا میدان ہے۔ ہر شخص نے اس میں کھڑے ہو کر حساب دینا ہے۔ میں نے اپنی ذات کا حساب دینا ہے۔ آپ نے اپنی بادشاہت کا دینا ہے۔ کنبہ کی ذمہ داری گھر کے سربراہ پر آتی ہے کہ آیا گھر کے افراد اللہ اور رسول ﷺ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں یا گمراہ ہیں ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

گویا گھر کے سربراہ کا فرض ہے بہو بیٹیوں سے پردہ کرائے۔ میری پہلی بچی جب سیانی ہوئی تو اس کی ماں سے کہا کہ برقعہ سلا دو۔ تین چار روز کوئی غور نہیں ہوا۔ بچی کو سکول سے روک لیا گیا' برقعہ ہوگا تو سکول جائے گی۔ برقعہ سل گیا اسی طرح پانچوں بچیوں کو پردہ کرایا۔ تین بچیاں بیک وقت گورنمنٹ گرلز سکول لالہ موسیٰ میں تھیں۔ بتا رہی تھیں کہ تین بہنیں ہم اور ایک مولوی عبدالرشید صاحب خطیب جامع مسجد ریلوے کی بیٹی برقعہ سے سکول آتی ہیں' باقی تمام استانیاں اور طالبات بغیر برقعہ کے ہوتی ہیں۔ اتنی عریانی' شرم کا مقام ہے۔ ایک تو شریعت کی خلاف ورزی ہے' دوسرے بچیوں کو بنا سنوار کر یا میک اپ کرا کے لوگوں کی نظروں کا شکار بنایا جاتا ہے۔

میں گزارش کروں گا کہ ہر شخص اسی طرح اپنے گھر میں پردہ کو رواج دے تاکہ اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری ہو اور عریانی اور فحاشی کا خاتمہ ہو۔

ستر عورت سر سے پاؤں تک ہے برقع پورا اوڑھنا چاہئے اسکارف پردے کی ضرورت پوری نہیں کرتا۔

حکومت نے عورتوں کو 33 فیصد کوٹہ دیا ہے کہ مردوں کے شانہ بشانہ اسمبلیوں میں بیٹھیں گی۔ یہ ان عورتوں کے لئے ہے جو دین سے بیزار اور پردہ کو ظلم سمجھتی ہیں۔ مسلمان عورتوں کا یہ کام نہیں کہ وہ اسمبلیوں کے لئے اُمیدوار بنیں یا اِن کو ووٹ دیں۔ میں آپ سے یہ تعاون حاصل کرنا چاہتا ہوں کہ آئندہ اپنے گھروں میں پردہ کو اسی طرح فرض سمجھ کر رائج کریں گے جیسے نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ۔

جس طرح فاتوا بسورۃ من مثلہ کے جواب میں عرب کے تمام فصحا اور زبان دان عاجز آ گئے اسی طرح پردے کے احکامات کا بھی کسی کے پاس کوئی توڑ نہیں۔ ان کا انکار کرنے والا کافر اور نہ کرنے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔

جواب کون دے گا؟

''فحاشی'' سے کیا مراد ہے؟

جب کبھی محب وطن لوگوں کی طرف سے ٹی وی پروگراموں سے فحاشی و عریانی ختم کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو ان لوگوں سے پوچھا جاتا ہے کہ فحاشی سے کیا مراد ہے! اس ضمن میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن کی جلد دوئم کے صفحہ نمبر ۵۶۶ پر (سورۃ النحل کی آیت نمبر ۹۰ کی تشریح میں) فحاشی کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''اوپر کی تین بھلائیوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ تین برائیوں سے روکتا ہے' جو انفرادی حیثیت سے افراد کو اور اجتماعی حیثیت سے پورے معاشرے کو خراب کرنے والی ہیں۔ پہلی چیز فحشاء ہے۔ اس کا اطلاق تمام بیہودہ اور شرمناک افعال پر ہوتا ہے۔ ہر وہ برائی جو اپنی ذات میں نہایت قبیح ہو' فحش ہے۔ مثلاً بخل' زنا' برہنگی و عریانی' عمل قوم لوط' محرمات سے نکاح' چوری' شراب نوشی' بھیک مانگنا' گالیاں بکنا اور بدکلامی کرنا وغیرہ۔ اسی طرح علی الاعلان برے کام کرنا اور برائیوں کو پھیلانا بھی فحش ہے۔ مثلاً جھوٹا پروپیگنڈہ' تہمت تراشی' پوشیدہ جرائم کی تشہیر' بدکاریوں پر ابھارنے والے افسانے اور ڈرامے اور فلمیں' عریاں تصاویر' عورتوں کا بن سنور کر منظر عام پر آنا' مردوں اور عورتوں کے درمیان اختلاط ہونا اور سٹیج پر عورتوں کا ناچنا اور تھرکنا اور ناز و ادا کی نمائش کرنا وغیرہ۔''

اب ذرا ٹی وی کے کرتا دھرتا اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور بتائیں کہ یہ ہر روز ٹی وی ڈراموں میں میک اپ کرکے لڑکے لڑکیوں کا آپس میں عشق کرنا' ایک دوسرے کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنا' لڑکیوں کا غیر مردوں کی محبوبائیں اور بیویاں بننا' ننگے سر اور گلے میں دوپٹہ لٹکا کر سٹیج پر آنا' عشقیہ گانے گانا' آپس میں ٹھٹھا اور ہنسی مذاق کرنا' مجرے سجانا' قصداً مختلف زاویوں سے نسوانی حسن کی نمائش کرنا...... کیا یہ سب کچھ فحاشی نہیں ہے؟ کیا یہ ہر روز ٹی وی پر عریاں اردو اور انگریزی فلمیں' ایکٹنگ اور گانے بجانے کے مقابلے' فلموں کے ڈانس والے حصے' ناز و ادا سے بھرپور ماڈلنگ فحاشی نہیں پھیلا رہے ہیں؟ کیا ٹی وی کے یہ پروگرام ہمارے نوجوانوں کو جنسی بے راہروی کی طرف نہیں لے جا رہے ہیں؟

(سید مظہر علی ادیب)

”آبِ زم زم: غذا بھی‘ دوا بھی“

نئی کتاب کا تعارف

یہ کتاب چاہ زم زم کے موجودہ انجینئر یحییٰ ہمزہ کوشک نے عربی میں لکھی اور خوب لکھی۔ اردو ترجمہ رائے خدا بخش کلیار (ایڈوکیٹ) مقیم فیصل آباد نے کیا اور خوب کیا۔ ”الفیصل ناشران“ نے چھاپی اور خوب چھاپی۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد‘ ڈاکٹر انیس احمد اور پروفیسر عبدالجبار شاکر نے تقریظیں لکھیں اور اپنے اسلوب میں خوب لکھیں۔

ڈاکٹر اسرار احمد (مؤسس تنظیم اسلامی) آبِ زم زم کو زندہ معجزہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”زندہ معجزے دو ہیں۔ ایک قرآن‘ دوسرا آبِ زم زم‘ جن کا فیضان قیامت تک کے لئے جاری وساری کر دیا گیا ہے۔ آبِ زم زم کو میں زندہ معجزہ اس لئے کہتا ہوں کہ پانچ ہزار سال سے‘ جب سے کہ حضرت اسماعیلؑ کی والدہ محترمہ حضرت ہاجرہ نے اپنے معصوم اور تشنہ لب بیٹے کی پیاس بجھانے کے لئے صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان مضطربانہ چکر لگاتے ہوئے یہ قدرتی کنواں دریافت کیا تھا‘ اُس وقت سے آج تک بنی نوعِ انسان کے لئے یہ سرچشمۂ فیض اپنا دامن کشادہ کئے ہوئے ہے‘ اور جیسا کہ زیرِ نظر کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے‘ اس کی کشادگی اور وسعت میں ہزار ہا سال کے کثیر استعمال کے باوجود‘ کمی کی بجائے برابر اضافہ ہو رہا ہے“۔

آبِ زم زم کی فضیلت کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ خود پیغمبر آخر الزمان ﷺ نے بڑے اشتیاق سے پیا اور کھڑے ہو کر پیا‘ حالانکہ آپؐ عام حالات میں کھڑے ہو کر پینے یا کھانے کو نہایت معیوب خیال فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ نے صلح حدیبیہ کے مذاکرات کے دوران قریش کے ایک شخص کو اس بات پر حدیبیہ میں مامور کیا کہ وہ زم زم لائے۔ وہ لایا اور آپ اسے واپسی میں مدینہ بھی ہمراہ لے گئے۔ اسی طرح فتح مکہ کے بعد آنحضور ﷺ نے مکہ کے عامل اور خطیب سہیل بن عمروؓ کے نام فوری تعمیل کے لئے ایک مراسلہ صادر فرمایا: ”میرا خط تم کو جس وقت ملے‘ اگر شام کو ملے تو صبح تک انتظار نہ کرنا اور اگر صبح کو ملے تو شام ہونے سے پہلے مجھے زم زم کا پانی روانہ کر دینا“۔

آبِ زم زم تو ہے ہی زندگی افروز چشمۂ رواں‘ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز اس سرچشمے کا منبع ”چاہِ زم زم“ ہے‘ جس کی پُر اسراریت کی تہ تک آج تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔

بڑے بڑے انجینئر اس کی قدرتی انجینئرینگ کو دیکھ کر‘ تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ زیرِ نظر کتاب کے مصنف یحییٰ ہمزہ کوشک اور ان کے والد چاہ زم زم کے نگران انجینئر رہے ہیں۔ کنوئیں کی گہرائیوں کے ایک ایک میٹر سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود کہتے یہی ہیں کہ اللہ کی باتیں اللہ ہی جانے۔ چاہ زم زم کے ساتھ مصنف کی بچپن ہی سے گہری دلچسپی اس کتاب کی تصنیف کا محرک بنی۔ مصنف کے اپنے الفاظ میں ”ہمارا گھر بابِ صفا کے سامنے واقع تھا اور میرے گھر کے روزنوں سے زم زم کا کنواں بآسانی نظر آتا تھا۔ زم زم کا پانی پینے والوں کا نظارہ میری توجہ کا مرکز بننے لگا اور میں اپنے گھر کے روزنوں سے گھنٹوں حجاج اور اہلِ مکہ کو زم زم کا پانی پیتے‘ اُس سے وضو کرتے‘ اسے جسموں پر ڈالتے اور اُن کی زبانیں دعا کے لئے مسلسل ہلتے ہوئے دیکھتا رہتا“۔ لہٰذا زم زم کا یہ منظر مصنف کے دل و دماغ پر نقش ہو کر رہ گیا۔

مصنف امریکا میں انجینئرنگ کی اعلیٰ تعلیم کے دوران بھی زم زم کے خیال سے غافل نہیں رہے۔ اُن کے مشاہدے میں یہ بات آ چکی تھی کہ چاہ زم زم کو بوجوہ بیرونی آلودگی لاحق ہو جاتی ہے‘ جس کا ذکر کتاب کے ابتدائی صفحات میں کیا گیا ہے۔ چنانچہ مسلسل غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ آبِ زم زم پینے والوں کو صاف و شفاف حالت میں مہیا کرنے کے لئے اسے آلودگی سے بچانا ضروری ہے اور اس کی تعقیم کے لئے بالا بنفشی شعاعوں کا استعمال موزوں ترین علاج ہے۔ لہٰذا وطن واپسی پر مصنف کی تجویز کئی مراحل سے گزرتی ہوئی منظور ہوئی اور چاہ زم زم پر اس کا اپریٹس نصب کر دیا گیا۔

مصنف کی تحقیق کے مطابق زم زم کا ظہور اللہ کے آخری رسول ﷺ کی ولادت باسعادت سے 2572 سال قبل ہوا۔ چنانچہ زم زم اُس وقت سے لے کر تا ایں دم بہہ رہا ہے اور تا قیامت بہتا ہی رہے گا۔ ہاں البتہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے درمیان میں بعض تاریخی اور جغرافیائی عوامل کے باعث ناپید ہو کر رہ گیا‘ حتیٰ کہ اس کا نام و نشان تک مٹ گیا اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ چاہِ زم زم کی جائے وقوع کہاں ہے۔ اس کا دوبارہ ظہور آنحضور ﷺ کے جدِ امجد جناب عبدالمطلب بن ہاشم کے ہاتھوں بڑے معجزانہ طور پر ہوا۔ قارئین کتاب کے متعلقہ باب میں اس دلچسپ روداد کا مطالعہ فرمائیں گے۔

آبِ زم زم بنیادی طور پر پینے کا پانی ہے۔ اس سے زیادہ مصفا‘ مقطر‘ شفاف‘ پاکیزہ اور صحت بخش پینے کا پانی کرۂ ارض پر موجود نہیں ہے۔ آبِ زم زم سرطان‘ ذیابیطس‘ بلڈ پریشر‘ تیزابیت‘ بدہضمی اور دوسرے متعدد امراض کا شافی علاج ہے۔ باقاعدگی سے زم زم پینے سے حافظہ بہتر ہو جاتا ہے۔ آنکھوں میں اس کے قطرے بطور دوا ڈالے جائیں تو متعدد امراض چشم کا علاج ہے اور بینائی بڑھاتا ہے۔ آبِ زم زم اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے جس سے مستفید ہونے والا بڑا خوش نصیب ہے۔

یہ کتاب الفیصل ناشران‘ اردو بازار‘ لاہور نے شائع کر کے خود کو خوش نصیبوں میں شامل کر لیا ہے۔ قیمت ایسی کتابوں کی کیا ہوتی ہے‘ قدر ہونی چاہئے۔

ضرورتِ رشتہ

معزز فیملی‘ کشمیری خاندان‘ خلع یافتہ‘ عمر 34 سال‘ تعلیم ایف اے‘ قرآن اکیڈمی سے ایک سالہ کورس کرنے والی رفیقہ تنظیم کے لئے دیندار‘ تعلیم یافتہ‘ برسرِ روزگار رشتہ درکار ہے۔ پاکستان یا بیرونِ پاکستان‘ کنوارے یا رنڈوے بچوں والے حضرات رجوع کر سکتے ہیں۔ ترجیح رفقاء تنظیم اسلامی کو دی جائے گی۔

رابطہ برائے: محمود عالم میاں فون: 03-5869501

اعلان

آسان عربی گرامر اور تجوید کے راہنما اصول پر مشتمل ایک کورس کا آغاز دفتر حلقہ سرحد شمالی میں پیر 6 جنوری 2003ء سے ہو چکا ہے۔ یہ کورس ہفتہ میں 5 روز پیر تا جمعہ 4 بجے تا 5 بجے شام منعقد ہوتا ہے۔

پتہ: دفتر حلقہ تنظیم اسلامی سرحد شمالی

کمرہ نمبر 4‘ دوسری منزل‘ کینٹ پلازہ نوشہرہ صدر

فون: 610250 فیکس 613532

مجلس عمل کی تضحیک

غور سے اپنی طرف دیکھے کوئی
زندہ لوگوں کا مجاور کون ہے
علمائے دیں محافظ گر نہیں
ٹھیکیدار اسلام کا پھر کون ہے

(مظفر وارثی) بشکریہ: نوائے وقت

تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کا چھٹا سالانہ اجتماع

رعنا ہاشم خان

یہ اجتماع اتوار 29 دسمبر کی سہ پہر انتہائی کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ مجموعی طور پر یہ اجتماع پانچ روزہ تھا جس کی ترتیب کچھ اس طرح تھی کہ 25 سے 27 دسمبر کی دوپہر تک اسے صرف تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ (TINA) کے رفقاء اور رفیقات کے لئے خصوصی اجتماع کے طور پر وقف کیا گیا تھا جبکہ 27 تا 29 دسمبر اسے سب لوگوں کے لئے اجتماع عام قرار دیا گیا۔ خصوصی اجتماع کا آغاز تلاوت قرآن کے بعد TINA کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر جناب عطاء الرحمٰن نے ان الفاظ کے ساتھ کیا کہ یہ پہلا سالانہ اجتماع ہے جس میں بانیٔ تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد اپنی خرابیٔ صحت کے باعث ہمارے ساتھ موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے اجتماع کی اہمیت و افادیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ اجتماعات جماعتوں کے لئے سنگ میل ہوا کرتے ہیں اور ایسا پلیٹ فارم فراہم کرتے ہیں جہاں نہ صرف آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کا موقع ملتا ہے بلکہ سوالات' اشکالات اور تجاویز بھی زیرِ بحث لائی جاتی ہیں۔ جناب عطاء الرحمٰن کے علاوہ پلاننگ ڈائریکٹر جناب شریف نصر' ڈائریکٹر آف فنانس جناب انیس بیگ اور TINA کے امیر جناب ظفر احمد خان نے بھی استقبالی کلمات ادا کئے۔ جناب ظفر احمد خان نے سورۃ الصّف کی آیت:

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو' تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔''

سے اپنی تقریر کی ابتداء کی۔ انہوں نے کہا کہ پہلی مرتبہ سالانہ اجتماع میں پاکستان سے کوئی شریک نہیں ہو سکا ہے۔ انہوں نے شرکاء سے پوچھا کہ انہوں نے تنظیم کیوں جوائن کی ہے: بطورِ سوشل کلب یا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے؟ انہوں نے کہا کہ ایسے رفقائے تنظیم جو کسی قابلِ قبول عذر کے بغیر شریک نہیں ہو سکے' وہ اس حوالے سے خود اپنا محاسبہ کریں! سورۃ الصّف کی مذکورہ آیت کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پچانوے فیصد رفقاء اور رفیقات نے یہ سورہ یاد کر رکھی ہے جس کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ وہ انہیں پسند نہیں کرتا جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔

TINA کے جنرل سیکریٹری اور شکاگو کے امیر جناب ہاشم رضا خان نے تنظیمی سرگرمیاں' مختلف کمیٹیوں اور شوریٰ کا تعارف اور رپورٹس پیش کیں۔ ڈائریکٹر آف ٹریننگ جناب مصطفیٰ الترک نے سال 2002ء کو تربیت کے حوالے سے کامیاب قرار دیتے ہوئے اس بات پر زور دیا کہ منتخب نصاب کو زبانی یاد کرنا اشد ضروری ہے کیونکہ یہ ہماری جماعت کے فکر میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے عربی زبان سیکھنے کی بطورِ خاص نصیحت کی۔ واشنگٹن کے نوجوان رفیق جناب عمر بلوچ نے تمام شرکاء سے بانیٔ محترم کی کتاب ''امریکہ میں مسلمانوں کا ماضی' حال اور مستقبل'' پڑھنے کی اپیل کی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ موجودہ تناظر میں اس کتاب کا انگریزی ترجمہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ جماعتی زندگی میں نظم وضبط کو ٹریفک قوانین کی مانند اہم قرار دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ نماز کی بر وقت ادائیگی کی طرح ڈسپلن کی پابندی بھی کسی جماعت کے کارکنوں کے لئے لازمی ہوا کرتی ہے۔ رفیقات کے لئے سینٹرل ناظمہ کی تقرری بھی زیرِ بحث لائی گئی۔ اس سلسلے میں رائے طلب کرنے پر تمام رفیقات نے سینٹرل ناظمہ کی ضرورت پر اتفاقِ رائے کا اظہار کیا۔ رفیقات نے ایک میٹنگ کا اہتمام بھی کیا جس میں ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ متحرک اور فعال بنانے کے اُمور پر تبادلۂ خیال کیا گیا۔ اس اجتماع میں سولہ رفیقات شریک ہوئیں۔ خصوصی اجتماع کا اختتام کرتے ہوئے جناب ظفر احمد خان نے کہا کہ اس قسم کے اجتماعات میں ایک دوسرے کی تعریف وتوصیف کے ساتھ ساتھ خامیوں اور کمزوریوں کی نشاندہی بھی کی جانی چاہئے۔

27 دسمبر کو عہد آفریں اجتماع کا آغاز صلوٰۃ الجمعہ سے ہوا' جس میں خطبے اور امامت کے فرائض TINA کے امیر جناب ظفر احمد خان نے انجام دیئے۔ اجتماع میں تقاریر کے لئے عنوان یہ منتخب کیا گیا تھا: ISLAMIC REVIVAL AND MODERNITY۔ جن سکالرز اور دانشور حضرات نے سیر حاصل تقاریر کیں' ان کے نام یہ ہیں:

i) انوار حدام' داعی اور پولیٹکل مسلم ایکٹیوسٹ

ii) ڈاکٹر ذوالفقار علی شاہ' صدر ICNA

iii) امام زید شاکر جو کہ آرٹسٹ' شاعر' رائٹر ہونے کے علاوہ نیشنل ٹیلیویژن پر پروگرام بھی کر چکے ہیں اور کئی عربی کتب کا انگریزی میں ترجمہ بھی کر چکے ہیں۔ ان کے پُر مغز مضامین www.deennet.org پر پڑھے جا سکتے ہیں۔

iv) پروفیسر ابراھیم ابورابی' جو ہارٹ فورڈ سیمنری میں اسلامک سٹڈیز کے پروفیسر اور The Muslim World کے معاون مدیر ہیں۔

v) پروفیسر ڈاکٹر جم جونز' جو نیو یارک کے ایک کالج میں مذاہب عالم کے پروفیسر ہیں۔

vi) سلیمان نی یانگ' جو ہاورڈ یونیورسٹی واشنگٹن میں افریقن سٹڈیز کے پروفیسر ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی' افریقی اور مشرقِ وسطیٰ کے معاملات پر کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ ان کی زیرِ طباعت کتاب Islam In America اس سال کے وسط تک مارکیٹ میں آ جائے گی۔

vii) سینیٹر پال فنڈلی' جو 1961ء سے 1983ء تک یو ایس کانگریس کے ممبر رہ چکے ہیں اور اس وقت ریاست الی نائے کے ایک کالج میں درس وتدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ انہیں کئی مشہور کتابوں کے مصنف ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے جن میں Silent No More, اور Confronting America's False Images of Islam قابلِ ذکر ہیں۔

viii) شیخ یوسف ایس ٹیمس' یہ اسلامک سکالر اور داعی ہیں۔ ان کی اسلام سے متعلق خوبصورت اور دلچسپ ویب سائٹس www.islamtomorrow.com اور www.TodayIslam.com کے نام سے موجود ہیں۔

اجتماع کی کارروائی کا آغاز امیر TINA نے کیا اور پلاننگ ڈائریکٹر شریف نصر نے نیو ورلڈ آرڈر کا تجزیہ کرنے کے ساتھ ساتھ جدیدیت کے فوائد ونقصانات پر روشنی ڈالی۔ پروفیسر سلیمان نی یانگ نے انتہائی تفصیل کے ساتھ لفظ MODERNITY کا تعارف بیان کیا۔ پروفیسر ابراھیم ابورابی نے کہا کہ آج جدیدیت کا مطلب مغربی خیالات' سیکولرازم اور دینی اقدار سے پہلوتہی ہو کر رہ گیا ہے۔ ویسٹرنائزیشن اور امریکنائزیشن بھی ماڈرنٹی ہی کی قسمیں ہیں۔ انہوں نے نیشنلزم کی وجہ عالمِ اسلام پر نااہل حکمرانوں کے تسلط کو قرار دیا اور عالمِ اسلام سے مغربی ممالک کے لئے برین ڈرین کے ضمن میں کہا کہ یہ خطرناک حد تک بڑھتا جا رہا ہے۔ پروفیسر رابی نے کہا کہ گیارہ ستمبر نے مسلمانوں کے لئے امریکہ میں اسلام کی ترویج کے نئے دروازے کھول ڈالے ہیں اور اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کو دعوت وتبلیغ کے لئے تیار کریں۔ یوسف

ایس ٹیمس نے پُر مزاح انداز میں بات کرتے ہوئے دعوت و تبلیغ کے زریں اصول و قواعد بتائے۔ ان کے لیکچر کو نوجوانوں نے خاص طور پر پسند کیا۔ انوار حدام نے اقامت دین کے راستے میں درپیش چیلنجوں پر سیر حاصل تقریر کرتے ہوئے کہا کہ بطورِ مسلم ہمارا اولین فرض شہادت علی الناس ہے' لیکن اگر ہم خود ہی منظر سے غائب رہیں گے تو یہ کام کیونکر ہو پائے گا! آج دین کے لئے کام کرنے والوں کے سامنے مشکلات و مصائب منہ کھولے کھڑے ہیں اور سب سے بڑا چیلنج دنیا کو یہ باور کرانا ہے کہ انسانیت کے لئے امن صرف دامنِ اسلام ہی میں ہے۔ اس کے لئے ہمیں ہر حال میں متحد ہو جانا چاہئے۔

تقاریر کے علاوہ اجتماع میں ورکشاپس اور سوال و جواب کی نشست کا اہتمام بھی کیا گیا تھا جس کی ذمہ داری عمر مظفر' عمر بلوچ اور ماہان مرزا نے نبھائی۔ سب سے زیادہ سوالات نیوجرسی کے رفیق عابد اصغر اور واشنگٹن ڈی سی کی رفیقہ حنیفہ پریم کی جانب سے کئے گئے۔ اس اجتماع کی خاص بات واشنگٹن ڈی سی کے نوعمر رفقاء کی ولولہ انگیز گفتگو اور بانیٔ تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمد اور منتخب نصاب کے حوالے سے محبت و عقیدت کے جذبات تھے۔ شکاگو کے پندرہ سالہ حافظ عدنان ہاشم خان اجتماع میں شریک سب سے کم عمر رفیق تنظیم تھے۔ اس اجتماع میں سب سے زیادہ پذیرائی Iqamat-e-Deen In America کے موضوع پر جناب مصطفیٰ الترک کے لیکچر کو حاصل ہوئی' جسکا اردو ترجمہ ان شاء اللہ ''ندائے خلافت'' کے لئے تحریر کیا جائے گا۔ جناب ذوالفقار علی شاہ نے اپنی تقریر میں تنظیم اسلامی کے لئے نیک خواہشات اور مستقبل میں مل جل کر کام کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔ عمر بلوچ نے کہا کہ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ ایمانِ حقیقی کی کمی ہے۔ اگر ہم اپنے ایمان کے درجے کو بڑھا لیں تو خود احتسابی کا جذبہ بھی پروان چڑھے گا۔ ہماری موجودہ حالت کو صرف قرآن ہی بدل سکتا ہے۔ TINA کے امیر جناب ظفر احمد خان نے اختتامی کلمات ادا کرتے ہوئے تمام مقررین اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ انہوں نے اجتماع کو ایک منظم اور کامیاب سرگرمی قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ احیائے دین کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے قرآن میں مدغم ہونا ضروری ہے۔ چونکہ حدیث کی رو سے ہم میں بہترین وہ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں لہٰذا ہمیں یہ کام سنجیدگی کے ساتھ کرنا چاہئے۔ یوں دعا کے ساتھ نیوجرسی کے خوبصورت ہوٹل شیرٹن میں ہونے والا یہ پانچ روزہ اجتماع اپنے اختتام کو پہنچا جس میں شریک مختلف طبقوں' زبانوں اور علاقوں کے لوگوں کو دیکھ کر ذہن میں یہ حدیثِ نبویؐ تازہ ہوتی رہی کہ:

''ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق ایک مضبوط عمارت کا سا ہے' جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔''

یعنی اُمت مسلمہ ایک قلعہ ہے اور ہر مسلمان اس کی ایک اینٹ ہے۔ لہٰذا اس قلعے کو قائم و دائم رکھنے کے لئے مسلمانوں کے مختلف طبقوں کو باہم مل کر امت واحدہ بن جانا چاہئے۔

تاثرات

کسی بھی جماعت یا تحریک کو خوب سے خوب تر بنانے کے لئے صرف تجربات کافی نہیں ہوا کرتے بلکہ ان تجربات سے حاصل شدہ نتائج پر مستقل مزاجی کے ساتھ عمل درآمد اور موجود مواقع سے فائدہ اٹھانا کامیابی کے زینے طے کرانے کا باعث بنتا ہے۔ اس وقت جبکہ تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ کا حالیہ اجتماع ذہنوں میں تازہ ہے اور جنرل سیکریٹری اجتماع کے شرکاء سے ان کی آراء اور خیالات معلوم کرنے میں مصروف ہیں' یہ بہترین موقع ہے کہ ہم اپنی خامیوں اور کمزوریوں کو دور کریں اور اس اجتماع سے جو کچھ سیکھا اور دورانِ اجتماع ماحول کے زیرِ اثر اپنے آپ سے جو کچھ عہد و پیمان کئے' ان کا عملی طور پر اپنے اوپر اطلاق کریں۔ سالانہ اجتماعات ہمیشہ امیدوں' ولولہ اور توقعات کا ایک بڑا ذریعہ ثابت ہوا کرتے ہیں۔ یہ نہ صرف پرانے ساتھیوں سے مل بیٹھنے کا بہانہ ہوتے ہیں بلکہ جماعت میں شامل ہونے والے نئے اراکین سے ملاقات کا شاخسانہ بھی بن جاتے ہیں۔ ان میں ہم نہ صرف نئے افکار' نت نئی راہیں اور اپنے آپ کو فعال کرنے کے چیدہ چیدہ طور اطوار سیکھتے ہیں بلکہ بسا اوقات اپنی جماعت کے بارے میں جب کسی سے گفتگو کرتے ہیں تو اپنی معلومات پر خوشگوار حیرت بھی ہوتی ہے۔ یہاں ہمارے ساتھی وہ لوگ ہوتے ہیں جو صرف اللہ کے سچے دین کا غلبہ چاہتے ہیں۔ جاہلیت سے نفرت' عداوت اور اس کے طور اطوار کو ٹھکرا کر اللہ کے احکامات پر کاربند رہنے کی سعی کرنا اور خود کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچانا جس کا ایندھن از روئے قرآن انسان اور پتھر بنیں گے' یقیناً اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ ایک دینی انقلابی جماعت کے کارکنوں کی حیثیت سے ہمیں ان عظیم المرتبت صحابہ کرامؓ کے نقشِ قدم پر چلنا ہوگا جنہوں نے آنے والی نسلوں کے لئے عظیم الشان مثالیں ثبت کی ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی خاطر اپنے گھر بار' مال و دولت اور عزیز ترین ہستیوں تک سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ انہوں نے اپنے مال و متاع' زندگیاں حتیٰ کہ روحیں تک اللہ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کے لئے وقف کر ڈالی تھیں۔ یقیناً خوش نصیب ہیں وہ تمام شرکائے اجتماع جنہیں پانچ دن تک دنیا اور اس کی آسائشوں کا خیال تک نہیں پھٹکا۔ جہاں تک اس اجتماع کے بارے میں میرے تاثرات کا تعلق ہے تو وہ ایک ایسی طمانیت تھی جو قلم کی گرفت سے آزاد ہے لیکن پھر بھی اتنا ضرور کہنا چاہوں گی کہ اس بات پر کبھی کشمکش و پیچ کا شکار نہ ہوں کہ اپنے مقصد کے ساتھ مخلص لوگوں کا چھوٹا سا گروہ دنیا کی تقدیر نہیں بدل سکتا!

❁ ❁ ❁

ماضی کے جھروکے سے

ایک اہم شہادت

مجھے یہ بات نہایت ہی وثوق اور کلی اعتماد کے ساتھ یاد ہے کہ 1948ء میں جب کہ پاکستان کو قائم ہوئے ایک سال گزر رہا تھا حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمتہ اللہ علیہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت (بمبئی) تشریف لائے۔ میں اس وقت جامع اسلامیہ میں مدرس تھا۔ ایک مجلس میں بعض حضرات نے (اس بناء پر کہ حضرت مدنیؒ کا تعلق کانگریس سے تھا اور کانگریس کی سیاست پاکستان کی حامی نہ تھی اور تحریک پاکستان کی مخالف تھی) حضرت مدنیؒ سے پاکستان کے متعلق سوال کیا کہ اب حضرت کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے! حضرت اقدسؒ نے اس سوال کے جواب میں جو کلمات فرمائے وہ مجھے آج تک یاد ہیں فرمایا ''بھائی! یہ ممکن ہے کہ اگر کسی جگہ مسجد کی تعمیر کرنے کی گفتگو ہو تو اختلاف کیا جا سکتا ہے کہ اس جگہ مسجد تعمیر کی جائے یا نہ کی جائے۔ لیکن جب مسجد بن گئی تو اب کوئی گنجائش اس اختلاف کی نہیں رہ سکتی کہ اس مسجد کو باقی رکھا جائے یا منہدم کیا جائے۔'' سبحان اللہ حضرت کے ان الفاظ نے اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ قیامِ پاکستان سے قبل اگر کسی عالم اور بزرگ کو اختلاف تھا تو وہ ایک نظری اور اجتہادی اختلاف تھا کہ انگریز کی غلامی سے آزادی کس طرح ممکن ہے۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد کسی بھی عالم اور بزرگ نے خواہ اس کا تعلق کانگریس سے تھا' کبھی پاکستان کی مخالفت نہیں کی۔ اس مجلس میں حضرت مولانا احمد بزرگؒ' مولانا مفتی اسماعیلؒ و دیگر اکابر علماء موجود تھے۔

محمد مالک کاندھلوی' شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ' لاہور

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین لاہور کی
تقریب تقسیم اسناد

24 دسمبر 2002ء بوقت تین بجے قرآن آڈیٹوریم میں لاہور کی کل رفیقات کا اجتماع ہوا' جس میں ملتزم رفیقات کو اسناد دی گئیں۔ محترمہ ناظمہ علیاء اور نائب ناظمہ محترمہ امۃ المعطی کے مشورے سے ناظمہ تربیت محترمہ امۃ المغنی نے ایک پانچ سالہ نصاب ترتیب دیا ہے' جس کی رو سے آئندہ ایک عام رفیقہ ابتدائی ڈیڑھ سال میں ایک امتحانی مرحلے سے گزر کر مبتدی قرار دی جائے گی اور پورا نصاب مکمل کر کے آخری لازمی امتحانی مرحلے سے گزر کر اسے ملتزم قرار دیا جائے گا' جس کی اس کو سند دی جائے گی۔ اس نصاب میں علمی سطح پر منتخب نصاب' تجوید و ترجمہ قرآن اور اسلامی لٹریچر جبکہ عملی سطح پر پردے اور اخلاقیات کی طرف بھرپور توجہ دی گئی ہے۔ آئندہ کسی بھی رفیقہ کو ذمہ داری یہ نصاب مکمل کرنے کے بعد دی جائے گی' الا ماشاء اللہ۔ وہ رفیقات جو سالہا سال سے تنظیم اسلامی سے منسلک ہیں' انہوں نے تین سمسٹرز میں اس نصاب کو مکمل کیا۔ اس کا دورانیہ خصوصی طور پر صرف ان رفیقات کے لئے ڈیڑھ سال رکھا گیا' اب یہ ملتزم رفیقات کہلائیں گی۔

اجتماع کا آغاز محترمہ کلثوم شبیر نے سورۃ الصف کی آخری آیات کی تلاوت سے کیا۔ اس کے بعد شہناز صاحبہ نے نعت رسول ﷺ پیش کی۔ نائب ناظمہ نے کورس کی افادیت کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ جو رفیقات یہ نصاب مکمل کر چکی ہیں ان کو خوب معلوم ہو چکا ہو گا کہ انہیں اس امتحانی نصاب سے کتنا فائدہ پہنچا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ملتزم رفیقات کو دعوت دی کہ اس نصاب کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کریں۔ سب سے پہلے محترمہ طاہرہ بٹر نے بہت خوشی اور اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس نصاب سے ان کو بہت فائدہ ہوا ہے اور وہ مغنی باجی کی مشکور ہیں جنہوں نے پورے منتخب نصاب کے سوالات تیار کر کے انہیں دیئے۔ درس و تدریس میں ان سوالات اور ان کے جوابات نے انہیں بہت فائدہ پہنچایا ہے۔ محترمہ کلثوم شبیر نے بتایا کہ آغاز میں نصاب بہت مشکل نظر آ رہا تھا' لیکن ناظمہ تربیت کی ہمت افزائی کے باعث اسے مکمل کر لیا۔ محترمہ عائزہ ندیم نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس امتحانی نصاب سے گزرنے کے بعد ہمیں مطالعے کی عادت پڑ گئی ہے اور دوسروں کو بات سمجھانا آسان ہو گیا۔ جماعت کے اصل مفہوم کی اب سمجھ آئی ہے' جسے ہم دوسروں کو بھی سمجھا سکتے ہیں۔ ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ پہلے بانی امیر جناب ڈاکٹر اسرار احمد کا ہر لٹریچر مشکل نظر آتا تھا لیکن اب ایسا ہرگز نہیں ہوتا بلکہ شوق سے مطالعہ کرنے کو دل کرتا ہے۔ محترمہ خدیجہ انصاری نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے یہ پیارا شعر سنایا کہ۔

حق نے کی ہیں دوہری دوہری خدمتیں تیرے سپرد
خود تڑپنا ہی نہیں' اوروں کو تڑپانا بھی ہے

ان سب کو "منہج انقلاب نبویؐ" بہت ہی مؤثر اور خوبصورت کتاب لگی۔

اس کے بعد محترمہ امۃ المعطی نے محترمہ امۃ المغنی کو بلایا کہ وہ 2003ء کے مبتدی نصاب اور ملتزم رفیقات کے لئے مزید کوئی لائحہ عمل دیں۔ محترمہ امۃ المغنی نے سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات کی تلاوت کے بعد کہا کہ ہمیں تو نزول قرآن کے آغاز ہی سے پڑھنے کو کہا گیا ہے۔ اس لئے اصل پڑھائی تو بس قرآن ہی ہے۔ قرآن کے حقوق ادا کئے بغیر جنت میں داخلے کی امید بھی احمقانہ ہے۔ انہوں نے کہا جیسے آج یہاں امتحان میں کامیابی کے حوالے سے آپ سب کے چہرے خوش و خرم نظر آ رہے ہیں' اللہ سے دعا ہے کہ اصل اور حقیقی امتحان میں' ہم اس سے بھی زیادہ اچھے نمبروں سے کامیاب ہوں۔ نصاب کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ پہلا مبتدی امتحان ان شاء اللہ جولائی کے وسط تک لازماً ہو جائے گا۔ اس امتحانی نصاب کو شروع کرنے کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ خدانخواستہ ہمارا مقصد کسی کو اونچا نیچا کرنا نہیں ہے بلکہ ((طلب العلم فریضة علی کل مسلم)) کے حوالے سے صرف اور صرف بحیثیت مسلمان اپنی دینی ذمہ داریوں اور بحیثیت رفیقہ' تنظیم اور اس کے فکر سے آگاہی حاصل کرنا ہے' کیونکہ اکثر رفیقات جو سالہا سال سے تنظیم اسلامی سے وابستہ ہیں ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ جماعت میں کیوں شامل ہیں' جماعت کا مقصد کیا ہے' بیعت کیا ہے' وغیرہ وغیرہ! ناظمہ تربیت نے ملتزم رفیقات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ سند مل جانے کے بعد اب انہیں خود قدم قدم پر اپنا امتحان لینا ہے اور حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا کے حوالے سے ذاتی محاسبہ کرنا ہے۔

انہوں نے ملتزم رفیقات کو بانی امیر جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی یہ چھ کتب پڑھنے اور ان کے مطالب ذہن نشین کرنے کی تلقین کی: نبی اکرمؐ کا مقصد بعثت' فرائض دینی کا جامع تصور' جہاد فی سبیل اللہ' توحید عملی و مطالبات دین' التزام جماعت و لزوم بیعت' منہج انقلاب نبویؐ۔ ملتزم رفیقات کو لائحہ عمل کے طور پر مشورہ دیا گیا کہ وہ اپنے والدین اور شوہروں کی اجازت سے اپنے گھروں میں ہفتہ وار کلاس کا اہتمام کریں' خواہ اس میں شامل ہونے والی صرف ان کی اپنی اولاد ہی کیوں نہ ہو' تاکہ دیئے سے دیا جلے۔

آخر میں امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید نے خطاب کیا۔ انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز سورۃ الحدید کی ان آیات کی تلاوت سے کیا جہاں انسانی زندگی کے چار مراحل **لعب' لھو' زینت اور تفاخر فی الاموال والاولاد** کو نہایت خوبصورتی اور جامعیت سے واضح کیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دنیا کے ان رشتوں کی حقیقت جو باہم لازم و ملزوم اور ہمیشگی کا تاثر لئے ہوتے ہیں' بس اتنی ہی ہے جتنی کہ ایک ڈرامہ جس کے کرداروں کے بارے میں ہمیں بخوبی علم ہوتا ہے کہ وہ ایک یا دو گھنٹہ کے لئے رشتہ دار بن گئے ہیں جبکہ اصل میں ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہی مثال انسانی زندگی کی ہے کہ جن رشتے ناتوں میں ہم بظاہر بڑی مضبوط ڈور کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں' ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا: ﴿وما الحیوة الدنیا الامتاع الغرور﴾ کہ اگرچہ انسان کھیل کود یعنی لہو ولعب کے دور سے لے کر تادم آخر ایک دوسرے کا محتاج تو ہوتا ہے لیکن آخرت میں محاسبے کے حوالے سے کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آ سکے گا۔ اسی لئے قرآن میں ایک دوسری جگہ فرمایا گیا کہ:

﴿یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ﴾

خواتین کا دائرہ کار واضح کرتے ہوئے امیر تنظیم نے فرمایا کہ خواتین کا اصل مقام ان کا گھر ہے۔ اگرچہ مرد اور عورت کے کاموں کی نوعیت مختلف ہے لیکن رزلٹ اور ثواب کے اعتبار سے کچھ بھی فرق نہیں۔ اس ضمن میں انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے متعلق روایت کا حوالہ دیا کہ وہ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ "مجھے عورتوں کی ایک جماعت نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے۔ وہ سب کی سب وہی کہتی ہیں جو میں عرض کرتی ہوں اور سب وہی رائے رکھتی ہیں جو میں آپؐ کے سامنے پیش کر رہی ہوں۔ عرض یہ ہے کہ آپؐ کو اللہ

تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ہم آپؐ پر ایمان لائیں اور ہم نے آپؐ کی پیروی کی۔ لیکن ہم عورتوں کا حال یہ ہے کہ ہم پردوں کے اندر رہنے والیاں اور گھروں کے اندر بیٹھنے والیاں ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ مرد ہم سے اپنی خواہش پوری کر لیں اور ہم ان کے بچے لادے لادے پھریں۔ مرد جمعہ و جماعت' جنازہ و جہاد ہر چیز کی حاضری میں ہم سے سبقت لے گئے۔ وہ جب جہاد پر جاتے ہیں تو ہم ان کے گھر بار کی حفاظت کرتی ہیں اور ان کے بچوں کو سنبھالتی ہیں۔ تو کیا اجر میں بھی ہم کو ان کے ساتھ حصہ ملے گا؟'' آنحضور ﷺ نے ان کی یہ فصیح و بلیغ تقریر سننے کے بعد صحابہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''کیا آپ لوگوں نے اس سے زیادہ بھی کسی عورت کی عمدہ تقریر سنی ہے جس نے اپنے دین کی بابت سوال کیا ہو؟'' تمام صحابہ نے قسم کھا کر اقرار کیا کہ نہیں یا رسول اللہؐ! اس کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''اے اسماء! میری مدد کرو اور جن عورتوں نے تمہیں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ان تک میرا یہ جواب پہنچا دو کہ تمہارا اچھی طرح خانہ داری کرنا' اپنے شوہروں کو خوش رکھنا اور ان کے ساتھ سازگاری کرنا مردوں کے ان سارے کاموں کے برابر ہے جو تم نے بیان کئے ہیں۔'' حضرت اسماء رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سن کر خوش خوش اللہ کا شکر ادا کرتی ہوئی واپس لوٹ گئیں اور انہوں نے اس پر کسی انقباض کا اظہار نہیں کیا۔

تیسری اہم چیز جس کی طرف امیر محترم نے توجہ دلائی' وہ فکر آخرت اور جوابدہی کا احساس ہے کہ بادشاہ ہو یا فقیر' امیر ہو یا غریب' آخر سب کو اس زمین کے گڑھے میں ہی جانا ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے کئی احادیث کے حوالے بھی دیئے۔ ان کا یہ خطاب تین عنوانات پر مشتمل نظر آیا:

1۔ زندگی کی حقیقت
2۔ خواتین کا دائرہ کار
3۔ اخروی محاسبے کے لئے لائحہ عمل یا تیاری

امیر تنظیم جناب حافظ عاکف سعید کا خواتین سے خطاب کا یہ پہلا موقع تھا۔ انہوں نے بتایا کہ پردے کے پیچھے سے خطاب کا یہ ان کا پہلا تجربہ ہے۔ تاہم اس کے باوجود خواتین نے نئے امیر تنظیم کے خطاب کو نہ صرف نہایت انہماک سے سنا بلکہ اسے بہت پسند بھی کیا گیا اور بعد میں کئی مقامات سے اس خطاب کے کیسٹ کا مطالبہ بھی ہوا۔ نائب ناظمہ نے تاکیداً کہا کہ اس تقریر کو خواتین کے ہر اُسرے کے پروگرام میں ضرور سنوایا جائے۔ اس خطاب کے بعد محترمہ امۃ المعطی نے رزلٹ کا اعلان کیا اور محترمہ ناظمہ علیاء صاحبہ نے اسناد تقسیم کیں۔ رزلٹ کو انفرادی حوالے سے اوّل' دوم' سوم کے بجائے فیصد کے حساب سے تیار کیا گیا تھا۔ یہ پہلا ملتزم امتحان کل 60 رفیقات نے پاس کیا' جن میں سے 60 فیصد اوّل' 30 فی صد دوم اور 10 فیصد سوم رہیں۔ رفیقات نے ثابت کر دیا کہ عمر کے کسی بھی دور میں طلب علم نہ صرف ضروری ہے بلکہ انتہائی مفید بھی۔

اس اجتماع میں لاہور کی تمام رفیقات کے ساتھ ساتھ ان تنظیمی رفقاء کی خواتین اہل خانہ کو بھی بلایا گیا تھا جو ابھی تک تنظیم میں شامل نہیں ہوئیں۔ نائب ناظمہ نے ان سے بھی درخواست کی کہ آپ سب ہمارے ساتھ شامل ہوں اور نیکی کے راستے میں اپنے مردوں کے ساتھ نہ صرف تعاون کریں بلکہ ان سے آگے بڑھ جائیں۔

محترمہ ناظمہ علیاء صاحبہ نے مختصر خطاب اور دعا کے ساتھ اس خوبصورت اور بامقصد محفل کا اختتام کروایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کرے ہمارے دینی کاموں میں خلوص ہو' ریاکاری سے اللہ ہم سب کو بچائے اور ظاہری و باطنی صحت عطا فرمائے۔ ہمارا مقصد حیات' ہمارا نصب العین' جماعت میں شامل ہونا سب کچھ علم برائے علم اور تعلیم برائے تعلیم نہ ہو بلکہ صرف اور صرف اللہ کو راضی کرنے اور اخروی نجات کے حصول کے لئے ہو۔

مری زندگی کا مقصد ترے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں' میں اسی لئے نمازی

نوٹ: حلقہ سندھ (زیریں) کراچی میں بھی ملتزم امتحان کا پہلا سمسٹر 40' 45 خواتین کر چکی ہیں۔ الحمدللہ وہاں بھی کارکردگی بہترین رہی۔ اسی طرح اسلام آباد' پشاور کی 8' 10 رفیقات نے تینوں سمسٹرز مکمل کر لئے ہیں۔ وہاں بھی اللہ کے فضل و کرم سے بہترین رزلٹ ہے۔ ہماری ترغیب و تشویق ہر جگہ یہی ہے کہ ان امتحانات سے رفیقات ضرور گزر جائیں' کیونکہ جب تک اس ذمہ داری کا احساس نہیں ہوتا کہ امتحان دینا ہے' کوئی بھی لٹریچر یا منتخب نصاب کا مطالعہ شعوری طور پر اثر نہیں کرتا۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی رفیقہ امتحان نہ دینا چاہے تو اس پر پابندی نہیں ہے۔ وہ پھر بھی تنظیم اسلامی حلقہ خواتین کی رفیقہ کہلائی جائے گی!

دعائے مغفرت

جناب مقصود علی ملتزم رفیق تنظیم اسلامی راولپنڈی شرقی مورخہ 11 دسمبر 02ء کو رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ وہ گزشتہ ایک سال سے عارضۂ قلب میں مبتلا تھے۔ ٹھیک نو دن بعد اُن کی اہلیہ محترمہ مورخہ 21 دسمبر کو وفات پا گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ (آمین)

حاصل مطالعہ — نعیم اختر عدنان

''انسانی معاشرہ...... ایک مشین کے مختلف پرزے''

''دنیا کی زندگی میں معیشت کا سامان ہم نے تقسیم کیا ہے اور ہم نے ہی لوگوں کو درجات کے لحاظ سے بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے تاکہ لوگ ایک دوسرے کے کام آسکیں''۔ (الزخرف: ۳۲)

''اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ذہنی اور مادی لحاظ سے انسانوں کے مابین اس لئے فرق و تفاوت رکھا ہے تاکہ لوگ باہمی تعاون پر مبنی زندگی بسر کر سکیں اور ایک دوسرے کے کام آئیں۔ یہ دنیا امتحان گاہ ہے اسی لئے یہاں ہر شخص دوسرے انسانوں کا محتاج ہے۔ چنانچہ بڑے سے بڑے بادشاہ بھی عوام الناس کا محتاج ہوتا ہے اور چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی دوسرے انسانوں کا دست نگر ہوتا ہے۔ خالق کائنات نے ہر شخص کو ایک ہی درجے کی صلاحیت' ایک ہی طرح کے ذوق' ایک ہی مرتبہ کی ذہانت اور ایک ہی حیثیت کے وسائل و ذرائع کے ساتھ پیدا نہیں کیا۔ انسانوں کے درمیان فرق و تفاوت سے معاشرہ کی تشکیل کچھ اس طرح ہوتی ہے کہ ایک طرف نامور عالم' قابل مصنف' یکتائے روزگار محقق' شہرہ آفاق مدبر اور طاقتور حکمران و فوجی جرنیل پیدا ہوتے ہیں تو دوسری طرف کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرنے والے مزدور' بوجھ اُٹھانے والے قلی' خدمت گار' گلیاں اور نالیاں صاف کرنے والے خاکروب اور مہتر بھی موجود ہیں۔ یہ سارے طبقات معاشرے کی تشکیل کے لئے ضروری بلکہ ناگزیر ہیں' ان سب طبقات اور افراد معاشرہ کی خدمت کی نوعیت الگ الگ ہے مگر ان میں سے کوئی عنصر بھی نہ حقیر ہے اور نہ کسی کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ دنیاوی معاشرہ کی مشین کو جاری رکھنے کے لئے مشین کے ہر پرزے کی دیکھ بھال ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان انسانوں کو بھی آزما رہا ہے جو اعلیٰ صلاحیتوں اور بہتر وسائل کے حامل و امین بنائے گئے ہیں کہ وہ اپنے وسائل اور صلاحیتیں کس طرح استعمال کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ مغرور اور ظالم و سرکش بن کر سامنے آتے ہیں یا اپنے خالق و مالک کے فرمان بردار اور مخلوق خدا کے غم گسار؟...... اسی طرح اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو بھی دیکھ رہا ہے جو کم تر صلاحیتوں اور وسائل کی قلت کے ساتھ دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں کہ ایسے لوگ اپنے دائرہ کار میں اپنے فرائض کو پہچاننے والے' اپنے خالق سے ڈرنے والے اپنی خودی اور خودداری کی حفاظت کرنے والے ہیں یا اپنے سے بلند تر مقام اور حیثیت کے حامل لوگوں کو نیچا دکھانے کے خبط میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ (از تدبر قرآن جلد ششم (حاشیہ سورۃ زخرف) مفسر: مولانا امین احسن اصلاحی)

overlooked casually. This leaves Britain which is jockeying for position at this time. Its two selling points are 1) North sea oil and 2) it is trusted by the US at this time. But sooner or later it will come to the position of realisation that it would rather be the second fiddle to its own co-races than be the same to the people in charge in Washington.

The human nature being unchanged will revert to the baser instincts. The fact that Europe will challenge America is a forgone conclusion as America is trying to have stranglehold on the world resources at this time. Today the supply of energy is not in the control of producing nations but in D.C. Control can not go unchallenged. The fact that it is US troops who will be in the line of fire to defend their control when shooting starts in the occupied lands will also be to European advantage.

Notice in all the above scenarios the Muslim countries don't figure in at all except as pawns to do either side's dirty work. The dark horse in the race would be Pakistan-Iran nexus despite all the US efforts to create a wedge between them since early 90s'. Afghanistan would remain the land of Jihad and the graveyard of super powers. Iran and Pakistan, the only two nations who have a modicum of hope for Muslims at this time, will grow stronger together — neither of them individually. Together they would marshal military, economic and technological power. When they are able to do so and the US is drained, China will also explode on the scene on their side as a major catalyst for the alternate scenario.

The so far described secular view endorses religious predictions of the Muslim and Jewish rise and fall. Although Israel occupies a tiny part of the globe and Muslim countries do not figure out in the whole international scene to be unfolded this century. But the history, as the current events prove, revolves around Jews and Muslims. In the final analysis, the US role is limited to carrying out Arab holocaust in the Middle East, paving the way for Greater Israel, bringing the world closer to its ultimate tragedy and itself fading into history like other empires of the past. Irrespective of its military or economic capability, the role of the region covering Pakistan, Iran, Afghanistan and India is also significant from religious point of view.

The armies that would help a single ideology, more precisely religion, to triumph over all others would also march from this region. Fukuyama's postulate that history ended when the Western, capitalist ideology defeated all others would come to an end with the final victory ensured by the armies marching from Khurasan to the Middle East. The never ending conflict in the Middle East is a pointer to that. Interestingly, those who are working to defeat "radical Islam" are actually hastening their defeat. In the final analysis, the giant US remains but only as a helpless fading pawn in the whole scheme of things, facilitating its demise with present policies.

End Notes

[1]Thomas L. Friedman, "After the storm," *New York Times*, January 08, 2002

[2]Samuel P. Huntington, "The Age Of Muslim Wars," *Newsweek*, January 2002

[3]2002 Report by the Washington-based Centre for Arms Control and Non-Proliferation (CACNP).

''غیر جانبدار''

اگر آپ غیر جانبدار ہیں تو آپ غلطی پر ہیں
غیر جانبدار ہمیشہ غلطی پر ہوتے ہیں کیونکہ وہ حق کے ساتھ نہیں ہوتے
غیر جانبداری نہ دین کا حصہ' نہ عاقبت کی راہ
نہ ضمیر سے انصاف' نہ شرفِ انسانیت کی دلیل
غیر جانبداری بے حس ہونے کا مظاہرہ' لاتعلق ہونے کا اعلان' بے بہرہ ہونے کا ثبوت
ایمان کی ضد' ایقان کی نفی' یوں باطل کی پہلی فتح اور ابلیس کی آخری چال
کہ جو غیر جانبدار ہوا وہ اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔
اور نیکی اور بدی کے درمیان کھلی کشمکش بپا ہو تو غیر جانبداری سے بڑا جھوٹ کوئی نہیں ہوتا'
وہ کشمکش جس کے نتائج سب کے لئے ہوں' اس کا وجود بھی سب کے لئے ہوتا ہے۔
کیا آپ نے کوئی ایسا انسان دیکھا جس کے گھر میں آگ لگی ہو اور وہ غیر جانبدار ہو
بستی سیلاب کی زد میں' تو غیر جانبداری صرف ریت کی دیوار ہوتی ہے
پشتے اور بند بھی غیر جانبدار نہیں ہوتے
یہ کارزارِ حیات ہے
یہاں غیر جانبدار صرف موت ہے' زندگی نہیں
افراد غیر جانبدار ہوں تو معاشرے پر قہر ٹوٹ پڑتے ہیں
انسانوں کا وزن بھلائی کے لئے کام کرنے والوں کے پلڑے میں نہ ہو تو
یہ پلڑا بہت اونچا اٹھ جاتا ہے اور نیچے صرف ظلم کا پلڑا آتا ہے
تب راج بدی کا ہوتا ہے اور تاج ظلم پہنتے ہیں
دیکھنے والوں کے لئے یہ بڑی کڑی گھڑی ہوتی ہے
جس کا آغاز فرد کی غیر جانبداری سے ہوتا ہے
اور جس کی تکمیل معاشرے کی تذلیل پر ہوتی ہے
اگر آپ غیر جانبدار ہیں تو آپ غلطی پر ہیں
یہ بات خدا کو پسند نہیں ہے

مرسلہ: انجینئر نوید احمد' کراچی

Vol:12 Regd. No.LRL-50 No.3

Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

View Point

Abid Ullah Jan

(E-mail: [illegible])

The US Fading into History

Many would laugh at the idea that the United States' is already on its way to fading into history. History, however, will say, "On September 11, 2001 the US was at its zenith. This was the day that America's slide began."

In the midst of brainwashed emotions of the moment, we can all sense that the US has crossed a watershed. But we don't quite know what that means. Whether we believe it or not, but targeting Islam is the sure recipe for the fall of United States in the not too distant future in the 21st century.

Aalysts such as Thomas L. Friedman predict that in the end, "9/11 will have a much bigger impact on the Arab and Muslim worlds than it does on America" because the problem lies with the Muslim world and not the United States[1]. Other experts in predicting international events, such as Samuel P. Huntington believe that we have entered an age of "Muslim wars" in which "Muslim violence could congeal into one major clash of civilizations between Islam and the West or between Islam and the Rest."[2]

These are attempts to rally support against Islam without knowing that it is no less than digging graves for what they defend. Contrary to their theories, the reality on the ground reveals that the world's 15 most deadly conflicts in 2001-02 were all primarily internal political or ethnic struggles rather than inter-state wars waged by Muslim states that are covered by well-established international rules of engagement.

The direct and indirect US interference has intensified almost every conflict around the globe. In a number of cases, the root causes of these conflicts are related to: a) forced collapse of selected states, as in the case of the Taliban and Saddam Hussain; b) imposed dictatorships as in the case of Algeria, Egypt and Pakistan; or c) illegitimate support to occupations as in the case of Palestine, Kashmir and other places.

These phenomena defy mock military solutions sought by the US for which it has increased its defence spending to a total of $39.6 billion. It is more than three times the combined defence budgets ($13 billion)[3] of Iran, Iraq, Libya, North Korea, Cuba, Sudan, and Syria — all are Muslim states (except two) and appear on the state department's terrorism list.

Washington's military dominance is, however, not a guarantee of security and may, in fact, create risks of its own. Involvement of Muslims in the conflict around the world does not necessarily mean that they are the aggressors in every case and that they are setting a stage for the global war with the rest of the world. "Radical Islam" is not a threat to the US survival as a great power, but those who spread this misconception surely are. Let us see how!

First, the basis of American power is economic, military power is a reflection of economic power and does not exist independent of it. Apparently, for anyone to challenge America in a serious way would require an economy as large both in total size and in per person income to be competitive with America. Even in the apparent absence of such a power at the moment, the bleeding of American economic might has begun the day the WTC collapsed.

Europe's military capability is not as meagre as they contributed almost nothing to Afghanistan and very little even in Kosovo or Bosnia. Allies they are but in the name.

They are, however, not leaving America to carry out the military actions on its own. They rather participate in it when America insists to attack, so that they do not leave America to impose its complete dominance upon the areas of their influence.

It is the US who has to bear the economic brunt of all the adventures that it would undertake in 21st century. Undoubtedly, it started as an American century but there are serious reservations that it would remain as such. There are two views of the US going down the history drain.

From the secular point of view there are some important factors that proponents of "the end of history" and scare mongers of "radical Islam" ignore at their peril. The first is the European resurgence. Europe regards itself as the bastion of civilization and the American preponderance of the last 50 years as an aberration. The fact that it could do nothing about it was secondary to the Cold War that was principally fought on its soil.

Islamic revival still seems a far cry. It is, however, hidden beneath the European resurgence, which is now the buzzword. The route it would take will be either of the less likely direct confrontation or that of proxy wars draining America — the route not very dissimilar to that America had taken. The transatlantic divergence is not a matter of if but when. The latent cause is that Europe cannot allow such overwhelming American control of its life-source — oil — and other resources, nor could the Muslims live under imposed governments forever to come.

The fact that Europe is aware and intends to counter US hegemony is evident from its attempts at forming an "Euro-Force." The effort to form it even in the face of American opposition is a pointer to that. Bundeswehr's restructuring and in its doctrine specifying "capability to respond to situations" is thought provoking. France and Germany between them have the capability and resources to match US technology and economic muscle. That these two will find a working formula is a given. It is also very likely that these two will also find an unlikely ally for basically the same — oil — reason, in Japan.

The scenario of E.U.T.O. becoming the dominant military force is also likely with Russia joining in as the major force provider. The commonality of interests between them is just too much to be